نضر الله امرءً اسمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

حضرو

مدیر
حافظ زبیر علی زئی

رمضان ۱۴۳۴ھ
اگست ۲۰۱۳ء

- کیا خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والا جنت میں داخل ہوگا؟
- کیا امام احمد بن حنبل نے خواب میں اللہ کو دیکھا؟
- تلبیساتِ ظہور و نثار
- امام محمد بن المنکدر اور قبر پر رخسار رکھنے کا قصہ
- دیوبندیوں کی رافضیت غازی پوری اصول پر!

مکتبۃ الحدیث حضرو ؛ اٹک : پاکستان

تعارف

جامعہ اہل الحدیث حضرو ضلع اٹک عرصہ دراز سے محدث العصر فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی زیرِ نگرانی دینِ حنیف کی خدمت میں مصروفِ عمل ہے۔ جامعہ سے اب تک بیسیوں حفاظ، علماء اور محققین فیض یاب ہو چکے ہیں جو ملک و بیرونِ ملک دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور یہ جامعہ کے لئے ایک اعزاز ہے۔ وللہ الحمد

ادارے میں درج ذیل شعبہ جات قائم ہیں

تحفیظ القرآن: کم سے کم مدت میں پختہ منزل کے ساتھ قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے اور بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ شعبہ ماہر اساتذہ کی نگرانی میں کامیابی کی طرف گامزن ہے۔

امسال اس کا باقاعدہ اجراء کیا جا رہا ہے جس میں اصولِ تجوید کے مطابق مشق، حدر اور منزل پختہ کرانے کا اہتمام کیا جائے گا۔

چھ سالہ کورس، وفاق المدارس السّلفیہ کے نصاب کے عین مطابق ہے۔ عصری علوم کا ذوق رکھنے والے ذہین و فطین طلباء کی بھرپور حوصلہ افزائی اور مکمل راہنمائی کی جائے گی۔

یہ اہم شعبہ ان علماء و فضلاء کے لئے ہے جو مدارس کی تعلیم مکمل کر چکے ہیں۔ اس میں تفسیر و اصول تفسیر، حدیث و اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، تحقیق الحدیث اور فن تخریج میں ماہر و حاذق بنایا جاتا ہے۔

ملک کی چند اہم اور بڑی لائبریریوں میں اس کا شمار ہوتا ہے جس میں حدیث، تفسیر، اسماء الرجال، تاریخ، ادب اور دیگر کئی موضوعات پر نادر کتب موجود ہیں۔ جگہ کی تنگی کے باعث لائبریری کو مزید وسعت دی جا رہی ہے، دوسرے فلور کی تعمیر کا آغاز عنقریب ہو رہا ہے جو یقیناً احباب کی توجہ کا حامل پروجیکٹ ہے۔ بعض موضوعات پر ریسرچ کرنے کے لئے دور دراز سے آنے والے ریسرچرز کی رہائش اور کھانا ادارے پر ہی ہے۔

روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا حل کتاب و سنت کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ خط کتابت، انٹرنیٹ اور فون کے ذریعے سے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض حضرات بنفس نفیس حاضر ہوتے ہیں اور قلبی اطمینان کے بعد واپس جاتے ہیں۔

مجلّہ اشاعۃ الحدیث

خالص کتاب و سنت کی دعوت پر مبنی ہے۔ عرصہ دس (۱۰) سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ متلاشیانِ حق کے لئے مشعل راہ ہے اور بے شمار لوگ اس کے ذریعے سے دعوتِ حق قبول کر چکے ہیں۔ الحمدللہ

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس رسالے کو ہر سُو عام کیا جائے اور اس کی مسلسل اشاعت کے لئے بھرپور تعاون کیا جائے۔

حافظ شیر محمد
مدیر الجامعہ، حضرو ضلع اٹک
رابطہ نمبر: Contact No. 0300-5288783

اکاؤنٹ نمبر: Acount No: 0120022544
برانچ کوڈ: Branch Code: 0105
الائیڈ بینک حضرو Allied Bank Hazro

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

108

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماھنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

نائب مدیر: حافظ ندیم ظہیر

معاونین

ابو جابر عبداللہ دامانوی	ابو خالد شاکر
محمد سرور عاصم	محمد ارشد کمال
محمد زبیر صادق آبادی	محمد صدیق رضا

نضر اللہ امرءً اسمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ

جلد: 10 رمضان ۱۴۳۴ھ اگست ۲۰۱۳ء شمارہ: 8

قیمت

فی شمارہ: 25 روپے

سالانہ: 400 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0302-5756937

اس شمارے میں

اضواء المصابیح

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

الفصل الثالث

٤٢٢) عَنْ ثَابِتِ بْنِ اَبِیْ صَفِيَّةَ قَالَ: قُلْتُ لِاَبِیْ جَعْفَرٍ۔ هُوَ مُحَمَّدٌ الْبَاقِرُ۔ حَدَّثَكَ جَابِرٌ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً، وَمَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَثَلَاثًا ثَلَاثًا، قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَه.

ثابت بن ابی صفیہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوجعفر محمد (بن علی) الباقر (رحمہ اللہ) سے کہا: کیا آپ کو جابر (بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) نے یہ حدیث سنائی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ایک دفعہ وضو کیا، دو دو دفعہ وضو کیا اور تین تین دفعہ (اعضائے وضو کو دھوکر) وضو کیا؟ توانھوں نے فرمایا: جی ہاں! اسے ترمذی (۴۵) اور ابن ماجہ (۴۱۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: **اس کی سند سخت ضعیف ہے۔**

اس سند میں دو وجہ ضعف ہیں:

۱: ثابت بن ابی صفیہ ضعیف رافضی تھا۔ (تقریب التہذیب:۸۱۸)

اور یہی وجہ ضعف اس روایت کے سخت ضعیف ہونے کے لئے کافی ہے۔

۲: امام شریک بن عبداللہ القاضی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے لیکن ساتھ ساتھ مدلس بھی تھے۔ دیکھئے طبقات المدلسین (۲/۵۶)

وہ راجح قول میں طبقاتی تقسیم کے طبقہ ثانیہ میں سے نہیں بلکہ طبقہ ثالثہ میں سے تھے اور یہ سند معنعن ہے۔

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ اس ضعیف ومردود روایت سے صحیح بخاری (۱۵۷۔۱۵۹) کی احادیث بے نیاز کر دیتی ہیں اور یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے کہ اعضائے وضو کو وضو کے دوران میں

ایک ایک دفعہ دھونا، دو دو دفعہ دھونا جائز ہے اور تین تین دفعہ دھونا افضل ہے۔

۴۲۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ، وَقَالَ: ((هُوَ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ.)) اورعبداللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے وضو کے دوران میں دو دو دفعہ اعضائے وضو کو دھویا اور فرمایا: یہ نور پر نور ہے۔ اسے رزین نے روایت کیا ہے۔(؟؟)

تحقیق الحدیث: **بے اصل اور بے سند روایت ہے۔**

دیکھئے الترغیب والترہیب للمنذری (۱/۱۶۳ح ۳۱۵)

اور تخریج احیاء علوم الدین للعراقی (۱/۱۳۵)

یہاں بطورِ فائدہ عرض ہے کہ رزین بن معاویہ بن عمار العبدری (متوفی ۵۳۵ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے: " **أدخل كتابه زيادات واهية ، لو تنزه عنها لأجاد**" انھوں نے اپنی کتاب (تجرید الصحاح) میں سخت کمزور اضافے داخل کئے، اگر وہ ان سے اجتناب کرتے تو بہتر ہوتا۔ (سیر اعلام النبلاء ۲۰/۲۰۴)

یعنی رزین کی کتاب میں مذکورہ تمام روایات حجت نہیں بلکہ ہر روایت کی علیحدہ علیحدہ سند معلوم کر کے تحقیق ضروری ہے۔

۴۲۴) وَعَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ، وَقَالَ: ((هٰذَا وُضُوْئِي وَوُضُوْءُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي وَوُضُوْءُ إِبْرَاهِيْمَ.)) رَوَاهُمَا رَزِيْنٌ ، وَالنَّوَوِيُّ ضَعَّفَ الثَّانِيَ فِيْ شَرْحِ مُسْلِمٍ .

اور عثمان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے وضو میں اعضائے وضو کو تین تین دفعہ دھویا اور فرمایا: یہ میرا وضو ہے، مجھ سے پہلے نبیوں کا یہ وضو ہے اور ابراہیم (علیہ السلام) کا یہ وضو ہے۔ اسے رزین نے روایت کیا ہے(؟؟)

اور نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (۳/۱۱۴)

تحقیق الحدیث: **ضعیف**

رزین والی روایت کی تو سند نا معلوم ہے، البتہ ابن ماجہ (۴۱۹) نے اس مفہوم کی ایک روایت بیان کی، جس کی سند میں عبدالرحیم بن زید العمی کذاب ہے اور اس کا باپ ضعیف ہے۔ وغیرہ (نیز دیکھئے انوار الصحیفہ ص۳۹۳)

ابن ماجہ (۴۲۰) نے اسے دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے جو کہ زید العمی اور اس کے شاگرد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے انوار الصحیفہ (ص۳۹۳)

اس روایت کے دیگر ضعیف شواہد بھی ہیں جن کے ساتھ مل کر یہ ضعیف ہی ہے۔

۴۲۵) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتوضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَكَانَ اَحَدُنَا يَكْفِيْهِ الْوُضُوْءُ مَالَمْ يُحْدِثْ. رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ.

اور انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے لئے (تازہ) وضو کرتے تھے اور ہمارے لئے ایک ہی وضو کافی ہے، بشرطیکہ وضو ٹوٹ نہ جائے۔

اسے دارمی (۱/۱۸۳ح ۷۲۶) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: صحیح ہے۔

اسے امام بخاری نے بھی صحیح بخاری (۲۱۴) میں روایت کیا ہے۔

۴۲۶) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ قَالَ: قُلْتُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَرَأَيْتَ وُضُوْءَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا كَانَ اَوْغَيْرَ طَاهِرٍ، عَمَّنْ اَخَذَهُ؟ فَقَالَ: حَدَّثَتْهُ اَسْمَآءُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ الْغَسِيْلَ حَدَّثَهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اُمِرَ بِالْوُضُوْءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا كَانَ اَوْغَيْرَ طَاهِرٍ، فَلَمَّا شَقَّ ذَالِكَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اُمِرَ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، وَوُضِعَ عَنْهُ الْوُضُوْءُ اِلَّا مِنْ حَدَثٍ، قَالَ: فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ يَرَى اَنَّ بِهٖ قُوَّةً عَلَى ذَالِكَ، فَفَعَلَهُ حَتّٰى مَاتَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ.

محمد بن یحییٰ بن حبان (رحمہ اللہ، تابعی) سے روایت ہے کہ میں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر

سے کہا: عبداللہ بن عمر چاہے وضو سے ہوں یا نہ ہوں، ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے، آپ کا کیا خیال ہے کہ انھوں نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا تھا؟ انھوں نے فرمایا: انھیں اسماء بنت زید بن الخطاب (رضی اللہ عنہا) نے بتایا تھا کہ انھیں عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الغسیل (رضی اللہ عنہ) نے حدیث سنائی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا، آپ ہر نماز کے لئے وضو کریں چاہیں پہلے سے وضو ہو یا نہ ہو، پھر جب رسول اللہ ﷺ کو اس بارے میں تکلیف ہوئی تو آپ کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیا گیا اور (ہر نماز کے لئے) وضو (کے وجوب) کو ہٹا دیا گیا اِلا یہ کہ وضو ٹوٹ جائے (تو پھر دوبارہ کرنا ضروری ہے) فرمایا کہ عبداللہ (بن عمر رضی اللہ عنہ) یہ سمجھتے تھے کہ وہ اس وضو کی طاقت رکھتے ہیں، لہٰذا وہ وفات تک (ہر نماز کے لئے نیا وضو) کرتے رہے۔ اسے احمد (۵/ ۲۲۵ ح ۲۲۳۰۶) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابوداود (۴۸) نے بھی روایت کیا اور ابن خزیمہ (۱۵) نے صحیح قرار دیا، نیز حاکم نے (۱/ ۱۵۶) اسے صحیح مسلم کی شرط پر صحیح کہا اور ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی۔

فقہ الحدیث:

۱: ہر فرض نماز کے لئے تازہ وضو افضل ہے۔

۲: ایک وضو کے ساتھ کئی فرض نمازیں پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ وضو قائم رہے۔

۴۲۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ مَرَّ بِسَعْدٍ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَقَالَ: ((**مَاهٰذَا السَّرَفُ يَا سَعْدُ؟!**)) قَالَ: اَفِي الْوُضُوْءِ سَرَفٌ؟ قَالَ: ((**نَعَمْ، وَاِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ.**))

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَه.

اور عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سعد (رضی اللہ عنہ) کے پاس سے گزرے اور وہ وضو کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: اے سعد! یہ کیا اسراف ہے؟ انھوں نے کہا: کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! اور اگر چہ تم جاری نہر کے

پاس (وضو کر رہے) ہو۔

اسے احمد (۲/۲۲۱ح ۷۰۶۵) اور ابن ماجہ (۴۲۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس سند میں علت قادحہ یہ ہے کہ عبداللہ بن لہیعہ مدلس تھے اور یہ سند عن سے ہے۔

اس روایت کو حافظ ابن حجر العسقلانی نے التلخیص الحبیر (۱/۱۴۴ ح ۱۹۴) میں اور بوصیری نے زوائد ابن ماجہ میں ضعیف کہا ہے۔

۴۲۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، وَابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ، فَاِنَّهُ یُطَهِّرُ جَسَدَهُ كُلَّهُ، وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ یَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ، لَمْ یُطَهِّرْ اِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ.))

ابو ہریرہ، ابن مسعود اور ابن عمر (رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اس پر اللہ کا نام لیا تو اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا ہے اور جس نے وضو کیا اور اس پر اللہ کا نام نہ لیا تو صرف اعضائے وضو ہی پاک ہوتے ہیں/ یعنی باقی جسم پاک نہیں ہوتا۔

اسے دارقطنی (۱/۷۳۔۷۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: ضعیف ہے۔

تینوں روایات کی تخریج و تحقیق درج ذیل ہے:

۱: حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (سنن دارقطنی ۱/۷۴ ح ۲۲۹)

اس میں مرداس بن محمد ضعیف ہے۔

۲: حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ (سنن دارقطنی ح ۲۲۸)

اس میں یحییٰ بن ہاشم ضعیف ہے۔

۳: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ (سنن دارقطنی ح ۲۳۰)

اس میں ابوبکر عبداللہ بن حکیم الداھری سخت ضعیف و مجروح ہے۔

یہ روایت ان تینوں سندوں کے ساتھ ضعیف ہی ہے۔

کیا خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والا جنت میں داخل ہوگا؟

سوال سنن الدارمی (۳/۵۱) میں ایک روایت ہے کہ محمد بن سیرین (رحمہ اللہ) نے فرمایا: " **من رأى ربه فی المنام دخل الجنة** " جس نے اپنے رب کو خواب میں دیکھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (دیکھئے امین الفتاویٰ بزبان پشتو ج ا ص ۹)

کیا یہ روایت صحیح سند سے ثابت ہے؟ (ایک سائل)

الجواب اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

" **أخبرنا نعیم بن حماد عن عبد بن عبد الرحمٰن عن قطبة عن یوسف عن ابن سیرین** " (سنن الدارمی: ۲۱۵۶ دوسرا نسخہ: ۲۱۹۶)

اس کا راوی یوسف بن میمون سخت ضعیف و مجروح ہے۔

امام بخاری نے فرمایا: "**منکر الحدیث جدًا**" (کتاب الضعفاء بتحقیقی: ۴۲۰)

ابوحاتم الرازی نے فرمایا: " **لیس بالقوي، منکر الحدیث جدًا ضعیف**"

(کتاب الجرح والتعدیل ۹/۲۳۰ ت ۹۶۵)

ابوزرعہ الرازی نے فرمایا: " **واهي الحدیث**" (اسئلۃ البرذعی ۲/۴۵۹، ۶۹۱)

یحییٰ بن معین نے فرمایا: " **لیس بشيءٍ** " (سوالات ابن الجنید: ۶۹۷)

ابن حبان کی توثیق و جرح باہم متناقض و متعارض ہونے کی وجہ سے ساقط ہے اور ابن عدی وغیرہ کی توثیق جمہور محدثین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔ بیہقی نے فرمایا:

" **وهو منکر الحدیث**" (شعب الایمان: ۱۱۳۷۱ حدیث : من سره أن یسبق الدائب)

دارقطنی نے فرمایا: " **وکان ضعیفًا** " (العلل ۱۳/۱۱۷ سوال ۲۹۹۴)

حافظ ابن حجر نے فرمایا: " ضعیف " (تقریب التہذیب:۷۸۸۹)

حافظ ذہبی نے فرمایا: " لین " (المجردنی اسماء رجال ابن ماجہ:۱۴۱۳)

ہیثمی نے توثیقِ ابن حبان کا ذکر کرنے کے باوجود فرمایا:

" **وضعفه الجمهور** " اور جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ۱۰/۲۰۰)

ثابت ہوا کہ یہ سند ضعیف ومردود ہے، لہٰذا امام ابن سیرین سے ثابت ہی نہیں۔

کیا امام احمد بن حنبل نے خواب میں اللہ کو دیکھا؟

سوال امام احمد (بن حنبل) رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میں نے خواب میں رب العالمین کو دیکھا تو پوچھا: کون سی عبادت سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ اللہ نے مجھے فرمایا: تلاوتِ قرآن۔ (دیکھئے امین الفتاویٰ بزبان پشتو ۱/ ۹ بحوالہ حاشیہ شرح العقائد ص ۶۰)

کیا یہ روایت صحیح ہے؟ (ایک سائل)

الجواب یہ جھوٹی روایت ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: آلِ دیوبند کے تین سو جھوٹ ص ۱۵۸)

شرح عقائد نسفیہ اور حاشیہ شرح عقائد دونوں بے سند اور بے کار کتابیں ہیں، لہٰذا ایسی بے سند اور بے کار کتابوں کا حوالہ فضول ہوتا ہے۔

شرح عقائد نسفیہ (جس نے صحیح عقائد کو ہوا میں اُڑانے کی کوشش کی) پر رد کے لئے شیخ شمس الدین افغانی رحمہ اللہ کی بہترین کتاب: الماتریدیہ کا مطالعہ بیحد مفید ہے۔

ابوالحسن احمد بن محمد (بن الحسن بن یعقوب) بن مقسم (المقرئ العطار) سے روایت ہے کہ

"**سمعت عبد العزيز بن أحمد النهاوندي قال: سمعت عبد الله بن أحمد بن حنبل قال: سمعت أبي يقول: رأيت رب العزة عز وجل فى المنام فقلت: يا رب! فا أفضل ما تقرب به المتقربون إليك فقال: كلامي يا أحمد. قال قلت: يا رب بفهم أو بغير فهم ؟ قال: بفهم و بغير فهم.**"

(مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۴۳۴ باب ۹۱)

اسے بعض اختلاف کے ساتھ حافظ ذہبی نے بھی مسنداً روایت کیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۱/ ۳۴۷)

اس سند کا بنیادی راوی احمد بن محمد بن مقسم سخت مجروح ہے۔

خطیب بغدادی نے فرمایا:" **وکان یظهر النسك والصلاح ولم یکن فی الحدیث ثقة** " وہ زہد اور پرہیز گاری ظاہر کرتا تھا، اور وہ حدیث میں ثقہ نہیں تھا۔

حمزہ بن یوسف السہمی اور دارقطنی وغیرہما نے اس پر جرح کی۔ ابونعیم الاصبہانی نے اسے "**لین الحدیث**" کہا اور امام ابوالقاسم الازہری نے فرمایا:" **کان کذاباً**"

(تاریخ بغداد ۴/ ۴۲۹ ت ۲۳۲۸)

ابن مقسم کے استاد عبدالعزیز النہاوندی کی توثیق نہیں ملی۔

حافظ ابن الجزری کی روایت میں ابن مقسم اور عبدالعزیز بن محمد (!) النہاوندی کے درمیان ابوبکر الرازی (؟) کا واسطہ موجود ہے۔ (دیکھئے النشر فی القراءات العشر ۱/ ۴)

اور یہ الرازی بھی مجہول ہے۔ خلاصہ یہ کہ مذکورہ بالا روایت موضوع ہے۔

تنبیہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو خواب میں دیکھا۔

(دیکھئے سنن الترمذی: ۳۲۳۵ وقال:"ھذا حدیث حسن صحیح" وقال البخاری:"ھذا حدیث صحیح" مسند احمد ۵/ ۲۴۳)

یہ حدیث حسن ہے۔ (اضواء المصابیح: ۷۲۵)

رقبہ بن مصقلہ رحمہ اللہ (ثقہ تبع تابعی) نے فرمایا:

" **رأیت رب العزة فی المنام فقال: و عزتي لأکرمن من مثوی سلیمان التیمي**"، میں نے خواب میں رب تعالیٰ کو دیکھا تو رب نے فرمایا: اور مجھے اپنی عزت کی قسم! میں سلیمان التیمی کو بہترین ٹھکانا عطا کروں گا۔ (کتاب الثقات لابن حبان ۴/ ۳۰۱ وسندہ صحیح)

نبی ﷺ کے بعد، اُمتیوں کے ایسے تمام خواب ظنی ہوتے ہیں، جن سے حجت قائم نہیں ہوسکتی لیکن بطورِ مبشرات حق کی تائید میں سلف صالحین کے خواب پیش ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ ان کی سند صحیح یا حسن لذاتہ ہو۔ واللہ اعلم

حافظ زبیر علی زئی

تلبیساتِ ظہور و نثار

عربی زبان میں ''تلبیس'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس کا اردو میں ترجمہ: ''حقیقت کا اخفاء اور خلافِ حقیقت کا اظہار، مکر وفریب'' ہے۔ (دیکھئے القاموس الوحید ص ۱۴۴۸ ب)

اُردو زبان میں تلبیس کا مفہوم: ''عیب پوشیدہ رکھنا۔ مکر، فریب، جعل، دھوکا'' ہے۔ (دیکھئے علمی اردو لغت ص ۴۶۲)

مسلمان مسلمان کا خیر خواہ ہوتا ہے، مسلمان مسلمانوں کو دھوکا نہیں دیتا اور نہ مکر وفریب سے کام لیتا ہے اور یہی راستہ صحیح العقیدہ سچے لوگوں کا راستہ ہے، لیکن کچھ بدنصیب و بدعقیدہ لوگ ایسے بھی ہیں جو مکر وفریب، دھوکا دہی اور تلبیسات سے کام لے کر سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس تحقیقی مضمون میں حضرو کے ظہور احمد کوثری اور صوفی نثار احمد خانقاہی کی تلبیسات کے دس (۱۰) حوالے ان کی اپنی لکھی اور شائع کی ہوئی کتابوں وتحریرات سے مع رَد پیشِ خدمت ہیں، تاکہ عام مسلمان ان دونوں کے مکر وفریب اور دھوکوں سے بچ جائیں:

۱) ظہور احمد نے اپنے ''محدث ناقد علامہ'' زاہد الکوثری الجرکسی الجہمی کے حوالے سے ایک راوی احمد بن محمد بن الصلت بن مغلس الحمانی عرف ابن عطیہ کے بارے میں لکھا ہے:

''اس کا پورا نام ابو العباس احمد بن محمد بن مغلس الحمانی ؒ ہے۔ یہ امام ابن ماجہؒ کے شیخ امام جبارہ بن مغلس ؒ کا بھتیجا ہے۔ اگرچہ کئی علماء نے اس پر جرح کی ہے لیکن اس کے اپنے معاصر محدث امام ابن ابی خیثمہؒ اس کی توثیق کرنے والوں میں شامل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا: **اکتب عن هذا الشيخ يا بني، فانه كان يكتب معنا في المجلس منذ سبعين سنة.** تانیب الخطیب (ص ۱۶۷) بیٹا! اس شیخ (احمد بن مغلس) سے احادیث لکھا کرو، کیونکہ یہ ہمارے ساتھ مجلس میں ستّر سال سے احادیث

لکھ رہا ہے۔“ (امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام ص ۴۸۹ حاشیہ)

کوثری نے یہ روایت تاریخ بغداد (ج۴ ص۲۰۹ ت ۱۸۹۶) سے لی ہے، کیونکہ امام احمد بن ابی خیثمہ رحمہ اللہ اس کوثری کی پیدائش سے صدیوں پہلے وفات پا چکے تھے۔

تاریخ بغداد میں اس روایت کے متصل بعد لکھا ہوا ہے کہ ” **قلت: لا أبعد أن تكون هذه الحكاية موضوعة و في إسنادها غير واحد من المجهولين وحال أحمد بن الصلت أظهر من أن يقع فيها الريبة.أو تدخل عليها الشبهة.**“

میں (خطیب بغدادی) نے کہا: میرے نزدیک یہ بعید نہیں کہ یہ حکایت موضوع ہو اور اس کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں اور احمد بن صلت کا حال ایسا ظاہر ہے کہ اس میں کوئی شک واقع نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی شبہ داخل ہوسکتا ہے۔ (ج۴ ص۲۰۹)

اس موضوع (من گھڑت) قصے کی سند درج ذیل ہے:

” **أخبرنا علي بن المحسن التنوخي: حدثني أبي: حدثنا أبوبكر محمد بن حمدان بن الصباح النيسابوري بالبصرة: حدثنا أبو علي الحسن بن محمد الرازي قال قال لي عبد اللّٰه بن أبي خيثمة قال لي أبي أحمد بن أبي خيثمة....**“ (ص۲۰۹ ج۴)

اس سند میں تین راوی مجہول ہیں: محمد بن حمدان بن الصباح النیسابوری، حسن بن محمد الرازی اور عبداللہ بن ابی خیثمہ۔ (دیکھئے لسان المیزان اور التنکیل للیمانی ۱/۱۷۲-۱۷۳ ت ۳۴)

ظہور و ثار سے مطالبہ ہے کہ وہ ان تین راویوں کی توثیق محدثین کرام سے ثابت کریں اور اس سلسلے میں رات کے اندھیرے میں ٹھوٹھو کی ضربیں بھی لگا کر دیکھ لیں۔

ان شاء اللہ نا کام رہیں گے۔!!

جب روایت ہی ثابت نہیں تو کوثری کی چھتری تلے احمد بن عطیہ الحمانی کی توثیق نیست و نابود ہوگئی اور اب ذرا اپنے اس راوی پر محدثین کرام کی جرح پڑھ لیں:

۱: امام ابن عدی نے فرمایا: وہ بغداد کے مشرقی محلے میں رہتا تھا، میں نے اسے ۲۹۷

(ہجری) میں دیکھا..... میں نے جھوٹے لوگوں میں اتنا بے حیا اور کوئی نہیں دیکھا۔

(الکامل ۱/۲۰۲، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۲۷۔۳۲۸)

۲: حافظ ابن حبان نے فرمایا: وہ اہلِ بغداد میں سے ہے، وہ عراقیوں سے روایت کرتا تھا، وہ اُن پر حدیث گھڑتا تھا۔ (کتاب المجروحین ۱/۱۵۳، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۶۸)

۳: امام دارقطنی نے فرمایا: وہ حدیث گھڑتا تھا۔ (الضعفاء والمتروکون: ۵۹، سوالات الحاکم: ۳۴)

۴: امام ابن ابی الفوارس نے فرمایا: وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (تاریخ بغداد ۴/ ۲۹ ت ۱۸۹۶)

۵: خطیب بغدادی نے فرمایا: اس نے حدیثیں بیان کیں، ان میں سے اکثر باطل ہیں، اُس نے انھیں گھڑا تھا۔ (تاریخ بغداد ۴/ ۲۰۷)

۶: حافظ ابن الجوزی نے اسے حدیث کا چور قرار دیا۔ (الموضوعات ۳/ ۱۱۸، دوسرا نسخہ ۳/ ۳۴۱)

۷: حاکم نیشاپوری نے فرمایا: اس نے قعنبی، مسدد، اسماعیل بن ابی اویس اور بشر بن الولید سے حدیثیں بیان کیں جنھیں اُس نے گھڑا تھا، اُس نے ان سے ملاقات کے جھوٹے دعوے کے علاوہ روایتوں کے متن بھی بنائے۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۲۱ ت ۱۹)

۸: ابونعیم اصبہانی نے فرمایا: وہ ابن ابی اویس، قعنبی اور ایسے شیوخ سے مشہور اور منکر روایتیں بیان کرتا تھا جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی، وہ کوئی چیز نہیں۔

(کتاب الضعفاء لابی نعیم ص ۶۵ ت ۳۱)

۹: حافظ ذہبی نے فرمایا: ''کذاب وضاع'' (میزان الاعتدال ۱/ ۱۴۰)

اور فرمایا: وہ حدیث گھڑتا تھا۔ (المغنی فی الضعفاء ۱/ ۸۹ ت ۴۲۶)

۱۰: حافظ ابن کثیر نے فرمایا: وہ حدیث گھڑنے والوں میں سے ایک تھا۔

(البدایہ والنہایہ ۱۲/ ۲۷ وفیات ۳۰۸ھ)

ان دس گواہیوں سے ثابت ہوا کہ احمد بن الصلت الحمانی کذاب راوی تھا، جسے ظہور احمد صاحب کوثری کی چھتری تلے ثقہ ثابت کرنے کی کوشش میں جُتے ہوئے ہیں، حالانکہ حیاتی دیوبندیوں کے نام نہاد ''امام'' سرفراز خان صفدر نے سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے

جواب میں لکھا ہے:

''اور فریقِ ثانی کے شیخ الکل کا یہ تعصب بھی ملاحظہ کیجئے کہ انہوں نے معیار الحق ص ۱۳ سے لیکر ص ۲۹ تک ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی نہیں ہیں ۔ اور اپنے مطلب کے حوالے بھی نقل کیے ہیں اور احمد بن الصلت الحمانی وغیرہ انتہائی کمزور اور جعل ساز راویوں پر گرفت بھی کی ہے جو بجا ہے مگر ہمارا استدلال اُن پیش کردہ روایتوں اور حوالوں میں سے بھی نہیں ہے.....'' (الکلام المفید ص ۲۴۵)

ایسے کذاب، وضاع، انتہائی کمزور اور جعل ساز راوی کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کرنا ظہور وثنار جیسے لوگوں کا ہی کام ہے اور پھر یہ کہنا کہ ''یہ (احمد بن الصلت الحمانی) امام ابن ماجہؒ کے شیخ امام جبارہ بن مغلس کا بھتیجا ہے'' نری تلبیس ہے، کیونکہ ظہور احمد (ننھے کوثری) کا یہ ''امام'' جبارہ بن مغلس جمہور محدثین کے نزدیک سخت مجروح راوی ہے۔

ہیثمی نے فرمایا: '' وضعفه الجمهور '' اور جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ۹/۲۱)

امام ابن نمیر نے کہا: '' ما هو عندي يكذب '' وہ میرے نزدیک جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں تھا۔

امام ابوزرعہ نے ان سے پوچھا: آپ نے اس سے حدیثیں لکھی ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! انھوں نے پوچھا: کیا آپ اس سے حدیث بیان کرتے ہیں؟ ابن نمیر نے فرمایا: نہیں۔ انھوں (ابوزرعہ) نے پوچھا: اس کا کیا حال ہے؟ انھوں (ابن نمیر) نے فرمایا:

'' **كان يوضع له الحديث فيحدث به وما هو عندي ممن يتعمد الكذب** ''

اس کے لئے حدیث گھڑی جاتی تو وہ اسے بیان کر دیتا تھا اور میرے نزدیک وہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا تھا۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: '' جبارة كذاب '' جبارہ کذاب ہے۔

امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: وہ قاسم بن ابی شیبہ کی طرح مجروح ہے۔

امام ابوزرعہ الرازی نے اس سے حدیث بیان کرنا ترک کر دی تھی۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۲/ ۵۵۰)

امام دارقطنی نے فرمایا: "متروك" (سوالات البرقانی: ۷۱)

جس طرح نجاست پر مکھیاں بیٹھ جاتی ہیں، اسی طرح مقلّدینِ کوثری بھی احمد بن الصلت اور جبارہ بن المغلس وغیرہما کو اپنا امام بنا کر ایسے کذابین کا دفاع شروع کر دیتے ہیں۔ والعیاذ باللہ

[جبارہ بن مغلس پر سرفراز خان دیوبندی کی شدید جرح کے لئے دیکھئے احسن الکلام ۲/ ۶۳]

۲) اردو زبان میں عام دستور ہے کہ کسی مشکوک، غیر ثابت اور شبہے والی چیز کے بارے میں "سے منسوب" اور "کی طرف منسوب" کہا جاتا ہے اور عربی زبان میں بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا:

" و ذكر النووي أنه رآه فی كتاب الودائع المنسوب لابن سريج، قال: و لا أظنـه يثبت عنـه " اور نووی نے ذکر کیا کہ انھوں نے اسے ابن سریج کی طرف منسوب کتاب الودائع میں دیکھا ہے، فرمایا: اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ اس سے ثابت ہے۔

(فتح الباری ۱۰/ ۳۴۱ تحت ح ۵۸۸۸۔ ۵۸۸۹)

اسے مدِنظر رکھ کر عرض ہے کہ ظہور احمد کوثری دیوبندی نے بہت سے اماموں کی ثابت شدہ عبارات و جروح کو "سے منسوب" لکھا ہے، مثلاً:

۱: "امام بخاریؒ سے منسوب جرح کا جواب:"

(تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام ص ۲۱۱)

حالانکہ یہ جرح امام بخاری کی مشہور ترین کتاب: التاریخ الکبیر (۸/ ۳۹۷) میں لکھی ہوئی ہے۔

۲: "امام احمد بن حنبلؒ سے منسوب جرح کا جواب:" (تلامذہ..... ص ۲۱۹)

حالانکہ یہ جرح امام احمد بن حنبل کی مشہور کتاب: العلل ومعرفۃ الرجال (۳/ ۳۰۰ فقرہ: ۵۳۳۲) میں موجود ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل (۹/ ۲۰۱)

میں صحیح ترین سند کے ساتھ اسی کتاب سے نقل کیا ہے۔

۳: ''امام ابوجعفر العقیلیؒ سے منسوب جرح کا جواب:'' (تلامذہ ص۲۳۲)

حالانکہ یہ جرح امام عقیلی کی مشہور کتاب الضعفاء (۴/ ۴۳۸۔۴۴۴) میں موجود ہے۔
نیز دیکھئے تلامذہ (ص ۳۹۵، ۵۰۷)

۴: ''امام نسائیؒ سے منسوب جرح کا جواب:'' (تلامذہ ص۳۸۳، نیز دیکھئے ص ۵۰۷)

حالانکہ یہ جرح امام نسائی کی کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۲۶۶) میں موجود ہے۔

۵: ''امام ابن حبانؒ سے منسوب جرح کا جواب:'' (تلامذہ ص۳۹۶)

حالانکہ یہ جرح حافظ ابن حبان کی کتاب المجروحین (۳/ ۲۷۶) میں موجود ہے۔

۶: ''امام دارقطنیؒ سے منسوب جرح کا جواب:'' (تلامذہ ص۴۹۳)

حالانکہ یہ جرح امام دارقطنی کے شاگرد امام برقانی کی کتاب سوالات (۸۸) میں موجود ہے اور اس مجروح راوی کو امام دارقطنی نے اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین (۱۸۷) میں ذکر کیا ہے۔

۷: ''امام ابوحاتمؒ سے منسوب جرح کا جواب:'' (تلامذہ ص۴۹۲)

حالانکہ یہ جرح امام ابوحاتم الرازی کے بیٹے امام عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم کی مشہور کتاب: الجرح والتعدیل (۳/ ۱۵) اور علل الحدیث (۲/ ۴۳۲ ح ۲۸۰۶) میں موجود ہے۔

۸: ''امام ابن شاہینؒ سے منسوب جرح کا جواب:'' (تلامذہ ص۴۰۵)

حالانکہ یہ جرح امام ابن شاہین (محمدی المذھب) کی کتاب: تاریخ اسماء الضعفاء والمتروکین (ص ۱۶۳ ت ۵۳۶) میں موجود ہے۔

(نیز دیکھئے تلامذہ ص ۵۱۸، اور تاریخ اسماء الضعفاء ص ۲۷ ت ۱۱۸)

۹: ''حافظ ابن الجوزیؒ سے منسوب جرح کا جواب:'' (تلامذہ ص۵۱۰)

حالانکہ یہ جرح علامہ ابن الجوزی کی کتاب الضعفاء والمتروکین (۱/ ۲۰۲ ت ۸۲۱) میں موجود ہے۔

۱۰: ''حافظ ابن الاثیرؒ سے منسوب جرح کا جواب:'' (تلامذہ ص۵۱۲)

حالانکہ یہ جرح حافظ ابن اثیر کی مشہور کتاب: غایۃ النہایہ فی طبقات القراء (۲۱۳/۱ ت۹۷۵) میں موجود ہے۔

اس طرح کی بہت سی مثالیں موجود ہیں اور یہ دس حوالے مشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں جس میں ظہور احمد نے تدلیس و تلبیس کرتے ہوئے ثابت شدہ جروح کو ''سے منسوب'' لکھ کر عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا یہ جرحیں ثابت نہیں۔

دوسری طرف جب ظہور احمد نے اپنی مرضی کے خلاف راویوں پر انھی محدثین کی انھی کتابوں سے جروح کو ''سے منسوب'' کے بغیر بطورِ جزم بیان کیا ہے، جس کی دو مثالیں درج ذیل ہیں:

۱: ''امام عقیلیؒ نے عیسیٰ بن جاریہ کو ضعفاء یعنی ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔''

(تلامذہ ص۳۱۲)

۲: ''امام ابن الجوزیؒ نے بھی اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں شمار کر کے اس کے خلاف جرح نقل کی ہے۔'' (تلامذہ ص۳۱۳)

۳) حافظ ذہبی نے حسن بن زیاد اللؤلوی کے بارے میں لکھا ہے:

''لم یخرجوا لہ فی الکتب الستۃ لضعفہ ....'' محدثین نے اس کے ضعف (ضعیف ہونے) کی وجہ سے کتبِ ستہ میں اس سے روایت بیان نہیں کی...الخ

(العبر ۱/۲۷ وفیات ۲۰۴ھ)

اس کا ظہور احمد نے درج ذیل جواب لکھا ہے:

''اصحاب صحاح ستہ کا کسی شخص سے روایت نہ لینا اس شخص کے ضعف کو مستلزم نہیں ہے، اس کا اقرار حافظ ذہبیؒ اور خود غیر مقلدین کو بھی ہے۔'' (تلامذہ ص۵۱۴)

حالانکہ مسئلہ صرف روایت نہ لینا نہیں بلکہ **''لضعفہ''** یعنی اس کے ضعف کی وجہ سے روایت نہ لینا ہے اور **''لضعفہ''** کو لفاظی کے چکر میں چُھپا کر ظہور احمد نے بہت بڑی

تدلیس کی ہے۔

جن راویوں کی صحیحین میں روایات میں موجود نہیں، ان کی دو قسمیں ہیں:

۱: جنھیں ضعیف و مجروح سمجھ کر کتبِ ستہ کے مصنفین نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے۔

حافظ ذہبی کے نزدیک حسن بن زیاد اللؤلوی بھی انھی راویوں میں سے ہے۔

۲: جن پر کسی کی کوئی جرح نہیں۔

ایسے راوی اگر بالا جماع ثقہ یا موثق عندالجمہور ہوں تو ثقہ ہیں اور اگر مجروح عند الجمہور ہوں تو ضعیف و مجروح ہیں۔

٤) حافظ ذہبی نے لکھا ہے:

" و أما عبد الرحمٰن ابن أبي حاتم فغلط بلا ريب فنقل عن أبيه أنه قال قيل لأحمد: كيف لم تكتب عن معلّى؟ فقال: كان يكذب، و إنما الصواب ما قدّمناه." رہے عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم تو بلاشک انھیں غلطی لگی ہے، پس انھوں نے اپنے والد (ابوحاتم الرازی) سے نقل کیا، انھوں نے کہا: احمد (بن حنبل) سے کہا گیا: آپ نے معلّٰی (بن منصور الرازی) سے حدیث کیوں نہیں لکھی؟ تو انھوں نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتا تھا۔ اور صحیح وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ (النبلاء ۱۰/۳٦۹)

عرض ہے کہ کتاب الجرح و التعدیل میں حافظ ذہبی کی مذکورہ عبارت قطعاً موجود نہیں، بلکہ صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ **" سمعت أبي يقول قيل لأحمد بن حنبل: كيف لم تكتب عن المعلى بن منصور الرازي؟ فقال: كان يكتب الشروط و من كتبها لم يخل من أن يكذب."** (ج۸ ص۳۳۴ ت۱۵۴۱)

یہی عبارت حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں نقل کی ہے۔ (۱۰/۳٦۷)

اور اسی کو انھوں نے صواب (صحیح) قرار دیا ہے۔

کتاب الجرح و التعدیل اور علل الحدیث دونوں کتابوں میں معلّٰی بن منصور کے ساتھ "كان يكذب" کے الفاظ ہرگز موجود نہیں، لہٰذا حافظ ذہبی کو اس مسئلے میں غلطی لگی

ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے تو معلیٰ بن ہلال الطحان الکوفی (کذاب) کے ساتھ "کــان یکذب" کے الفاظ لکھے ہیں۔ (دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ۳۳۱/۱۰)

اور حافظ ذہبی نے سہو ونسیان کی وجہ سے یہ الفاظ معلیٰ بن منصور کے ساتھ منسوب کر دیئے ہیں جو بلا شک وشبہ اُن کی غلطی وسہو ہے۔ حافظ ابن عسا کر نے بھی صحیح سند کے ساتھ امام ابن ابی حاتم سے وہی عبارت نقل کی ہے جو کتاب الجرح والتعدیل میں موجود ہے۔

(تاریخ دمشق ج۵۹ ص۳۸۴)

یاد رہے کہ اصل کتاب اور اس سے نقل کی صورت میں ظہور احمد کے نزدیک اصل کتاب کو ترجیح حاصل ہے۔ (دیکھئے تلامذہ ص۵۰۲۔۵۰۳)

اب ابن ابی حاتم کے خلاف ظہور احمد (ننھے کوثری) کا زہریلا بیان قارئین کی عدالت میں پیشِ خدمت ہے، ظہور احمد نے لکھا ہے:

''ان متعصبین میں سے ایک امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم مؤلف ''الجرح والتعدیل'' بھی ہیں، یہ ائمہ احناف کے خلاف اقوال نقل کرنے میں بعض دفعہ ایسی غلط بیانیاں کرتے ہیں کہ اصل بات کو ہی بالکل بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ مثلاً امام معلیٰ بن منصور رازی حنفیؒ کے بارے میں امام ابو داودؒ نے فرمایا ہے کہ امام احمدؒ ان سے روایت نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ رائے (فقہ) میں نظر رکھتے تھے۔ ابن ابی حاتم نے جب اس قول کو امام احمدؒ سے نقل کیا تو اس کا مطلب بالکل بدل دیا اور کہا کہ امام احمدؒ ان سے اس لیے حدیث نقل نہیں کرتے تھے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔'' (تلامذہ ص۲۲۰)

ظہور احمد نے اپنے بے مہار قلم کو استعمال کرتے ہوئے حافظ ذہبی کی غلطی سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

''عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے بلاشبہ غلط بیانی کی ہے جو انہوں نے اپنے والد سے یہ نقل کیا کہ امام احمدؒ سے کہا گیا کہ آپ نے معلیٰ سے حدیث کیوں نہیں لکھی؟ تو انہوں نے فرمایا: اس

لیے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ (ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ) درست بات وہی ہے جو ہم نے ماقبل نقل کی ہے۔''

اس کے بعد ظہور احمد نے درج ذیل عبارت لکھی ہے:

''احناف کے خلاف جن لوگوں کے تعصب کا یہ حال ہو ان کی نقل کا احناف کے خلاف کیا اعتبار ہوسکتا ہے؟'' (تلامذہ ص ۲۲۱)

حالانکہ امام ابن ابی حاتم حافظ ذہبی کے اعتراض سے بالکل بری ہیں، جمہور کے نزدیک ثقہ بلکہ شیخ الاسلام ہیں اور ظہور و نثار کی نیش زنیوں سے بیحد بلند و بالا ہیں۔ رحمہ اللہ

قارئین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے معلّٰی بن منصور الرازی کے بارے میں اپنے والد (ابوحاتم الرازی) سے نقل کیا کہ '' **کان صدوقًا في الحدیث و کان صاحب رأي** '' اور امام ابن معین سے نقل کیا کہ '' **ثقة** ''

(الجرح والتعدیل ۳۳۴/۸)

اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ امام احمد بن حنبل معلّٰی بن منصور کو ناپسند کرتے تھے، بلکہ انھوں نے فرمایا: '' **کان معلی بن منصور من أشرّهم، لا یحل لأحد یروي عن معلی** '' (سوالات ابن ہانی: ۱۹۲۹)

اور فرمایا: '' **کان معلی معاندًا، کان مرجئًا، لا یحل لأحد أن یحدث عن معلی** '' (ایضاً: ۲۳۰۱)

اور فرمایا: '' **کان یحدث بما وافق الرأي، و کان کل یوم یخطئُ في حدیثین و ثلاثة** '' (تاریخ بغداد ۱۸۹/۱۳ ت ۷۱۶۶)

لیکن ہمارے نزدیک چونکہ جمہور محدثین کو ہمیشہ ترجیح حاصل ہے، لہٰذا جمہور کی توثیق کی وجہ سے معلّٰی بن منصور الرازی ثقہ و صدوق راوی ہیں۔

۵) ظہور احمد نے لکھا ہے:

''امام احمدؒ اہل سنت والجماعت کے مشہور امام اور علم حدیث و اسماء الرجال کے مایہ ناز سپوت

ہیں۔ان سے بھی امام ابو یوسفؒ کے بارے میں متعدد اقوال منقول ہیں۔مثلاً امام ابن ابی حاتمؒ (م:۳۲۷ھ) نے امام احمدؒ کے صاحبزادے امام عبداللہ بن احمدؒ (م:۲۹۰ھ) سے روایت کیا ہے کہ **سألت عن أبی یوسف فقال: صدوق.**

میں نے اپنے والد سے ابو یوسفؒ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''وہ (روایت حدیث میں) صدوق (انتہائی سچے) ہیں۔'' (تلامذہ ص۱۴۴، بحوالہ الجرح والتعدیل ۲۰۱/۹)

حالانکہ کتاب الجرح والتعدیل میں لکھا ہوا ہے:

'' **سألت أبي عن أبي یوسف فقال: صدوق و لکن من أصحاب أبي حنیفة لا ینبغي أن یروی عنه شيً.** '' میں نے اپنے ابا سے ابو یوسف کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: صدوق (انتہائی سچا) ہے، لیکن وہ ابوحنیفہ کے ساتھیوں (شاگردوں) میں سے ہے، اس سے کوئی چیز بھی روایت نہیں کرنی چاہئے۔ (ج۹ص۲۰۱ ت۸۴۱)

'' **لا ینبغي أن یروی عنه شيً** '' کے الفاظ یہاں چُھپا کر ظہور احمد نے بڑی تلبیس کی ہے، بلکہ خیانت کا بھی ارتکاب کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اصحابِ ابی حنیفہ (تلامذہ ابی حنیفہ) سے اتنی نفرت کرتے تھے کہ اسحاق بن منصور الکوسج رحمہ اللہ نے بیان کیا:

'' **قلت: یؤجر الرجل علی بغض أصحاب أبي حنیفة؟** '' میں نے کہا: کیا آدمی کو اصحابِ ابی حنیفہ سے بغض رکھنے پر ثواب ملے گا؟ انھوں نے فرمایا: '' **إي و اللّٰه !** ''

جی ہاں، اللہ کی قسم! (مسائل الامام احمد واسحاق بن راہویہ ۵۶۵/۲ فقرہ:۳۳۸۵)

ثابت ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف یہ تھا کہ حنفیوں سے بغض رکھنے پر ثواب ملے گا۔ان شاءاللہ

٦) مولانا عبدالحق بن فضل اللہ عثمانی نیوتنی بنارسی المکی رحمہ اللہ (م۱۲۷۶ھ) مشہور اہلِ حدیث عالم تھے جو حالتِ احرام میں منیٰ (مکہ) میں فوت ہوئے اور مسجد خیف کے دروازے کے پاس دفن کئے گئے۔ان کے استادوں مثلاً شوکانی یمنی اور شاگردوں مثلاً محمد

بن عبدالعزیز الزینبی نے ان کی بڑی تعریف کی ، بلکہ صوفی ابوالحسن الندوی التقلیدی کے والدعبدالحیٔ بن فخر الدین الحسنی الندوی (حنفی تقلیدی) نے بھی اُن کے بارے میں لکھا:

" الشیخ العالم المحدّث المعمر ..... أحد العلماء المشهورین "

(نزھۃ الخواطر ۷/۲۶۶)

محمد بن عبدالعزیز الزینبی نے فرمایا:" و لم أر بعیني أفضل منه " میں نے اپنی آنکھوں سے ان سے زیادہ افضل کوئی انسان نہیں دیکھا۔ (نزھۃ الخواطر ۷/۲۶۷)

ان (افضل ترین عالم ومحدّث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ) کے بارے میں صوفی نثار احمد خانقاہی نے لکھا ہے:

''برصغیر میں فرقہ غیر مقلدیت کے بانی عبدالحق بناری ہندو وغیر مقلّد کا ایک اقتباس مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے جس میں اس نے صحابہ رضی اللہ عنھم کی توہین کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

''ان کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں اور ہم کو سب حدیثیں یاد ہیں اور ان کا علم کم تھا اور ہمارا علم بڑا ہے'' (تلامذہ ص ۵۷ بحوالہ کشف الحجاب ص ۲۱ بحوالہ مقدمہ رسائل اہل حدیث ۱/ ۲۹)

نثار احمد نے مزید لکھا ہے:

''نیز اس بد بخت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی توہین کرتے ہوئے یہ بکواس کی ہے کہ:

''عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑ کر مرتد ہوئی اور اگر بے توبہ مری تو کافر مری۔'' (تلامذہ ص ۵۷ بحوالہ کشف الحجاب ص ۲۱، مقدمہ رسائل اہل حدیث ۱/ ۲۹)

قارئین کرام! کشف الحجاب نامی کتاب مولانا عبدالحق البنارسی المکی رحمہ اللہ کی کتاب نہیں، بلکہ ایک غالی دیوبندی محمود حسن کے غالی ومتروک استاد عبدالرحمٰن پانی پتی کی کتاب ہے۔ (دیکھئے سوانح شیخ الہند ص ۲۳۶)

یہ جھوٹا شخص (پانی پتی) اہلِ حدیث کا عموماً اور مولانا عبدالحق کا خصوصاً دشمن تھا اور

مقدمہ رسائل اہل حدیث کا لکھنے والا انوار خورشید (نعیم الدین) غالی دیوبندی اور متروک شخص ہے۔

یہاں تو نثار احمد نے مولانا عبدالحق کی اپنی کتاب سے حوالہ پیش کرنے کے بجائے اُن کے دشمنوں کی کتابوں سے جھوٹا حوالہ پیش کر کے تلبیس کی ہے اور اللہ کی مخلوق کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے، جبکہ دوسری طرف ظہور احمد نے دشمن کی روایت کے بارے میں درج ذیل عبارت لکھی ہے:

''محدث ناقد حافظ ذہبیؒ، ابن ابی داود کے خلاف ان کے ایک مخالف کی بیان کردہ روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: **لا يسمع قول العدو في عدوه .**
ایک مخالف کی دوسرے مخالف کے خلاف کوئی بھی بات نا قابلِ سماعت ہے۔''

(تلامذہ ص۴۰۹ بحوالہ سیر اعلام النبلاء ۲۲۱/۱۳)

یہاں تو یہ اصول لکھ کر اپنے ایک پسندیدہ راوی کو بچانے کی کوشش کی اور دوسری طرف مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے بارے میں اُن کے شدید ترین غالی اور کذاب دشمن کا حوالہ پیش کیا ہے۔ کیا ظہور احمدی اور نثار احمدی انصاف اسی کا نام ہے؟

۷) یحییٰ بن محمد بن سابق الکوفی المصیصی کے بارے میں امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا:
" أتيته بالمصيصة فنظرت في حديثه فوجدت أحاديث مشهورة ولم أكتب عنه ." میں اس کے پاس مصیصہ میں آیا تو اس کی حدیثوں کو (غور وتدبر سے) دیکھا، پس میں نے پایا کہ ان کی حدیثیں مشہور ہیں اور میں نے ان سے نہیں لکھا۔

(الجرح والتعدیل ۱۸۵/۹ ت ۷۶۸)

حافظ ذہبی نے الکاشف میں ابن سابق کو ثقہ کہا۔ (۲۹۱/۳ ت ۶۲۳۳)

امام نسائی نے سنن نسائی (المجتبیٰ والکبریٰ) میں اُن سے روایت لی اور ظہور احمد کے نزدیک امام نسائی کا روایت کرنا اور جرح نہ کرنا راوی کی توثیق کی دلیل ہے۔

(دیکھئے امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام ص ۳۲۳، ۳۵۶)

ابن سابق سے ایک جماعت نے روایت بیان کی مثلاً ابوبکر الاثرم، ہیثم بن خالد بن عبداللہ المصیصی، محمد بن عامر الانطاکی، محمد بن داود المصیصی اور احمد بن علی۔

حافظ ابن حجر نے " مقبول " کہا یعنی اپنے نزدیک مجہول الحال قرار دیا۔

ظہور احمد نے ابن سابق مذکور کے بارے میں لکھا ہے:

''نیز اس راوی کے متعلق امام ابوحاتم رازیؒ نے اس کی احادیث کو دیکھ کر فرمایا:

و لم اکتب عنه کہ میں اس سے حدیث نہیں لکھتا۔ (تلامذہ ص۲۱۴)

اس عبارت میں ظہور نے دو تلبیسات کی ہیں:

۱: امام ابوحاتم کی باقی عبارت " **أتيته بالمصيصة فنظرت في حديثه فوجدت أحاديث مشهورة** '' چھپالی ہے، جس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یحییٰ بن محمد بن سابق کی بیان کردہ احادیث اجنبی اور اوپری نہیں تھیں بلکہ مشہور حدیثیں تھیں۔

۲: **و لم أكتب عنه** کا ترجمہ ''کہ میں اس سے حدیث نہیں لکھتا۔'' لکھا ہے جو کہ غلط ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ میں نے اس سے نہیں لکھا۔

نہیں لکھا اور نہیں لکھتا میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ لم کو لا بنانا ظہور کی تلبیس ہے۔

۸) ظہور احمد نے لکھا ہے:

''نیز اس واقعہ کے ناقل یحییٰ بن محمد بن سابق کو اگرچہ حافظ ذہبیؒ نے ''الکاشف'' میں ثقہ کہا ہے، لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ''تقریب التہذیب'' (جس کے بارے میں خود علی زئی نے اقرار کیا ہے کہ اس میں راوی کے متعلق وہی قول ذکر کیا جاتا ہے جو سب اقوال میں ''اَعْدَلُ الْاَقْوَالُ'' (سب سے زیادہ انصاف والا ہو) میں اس کو مقبول قرار دیتے ہیں۔''

اس کے بعد لفاظی کرتے ہوئے ظہور احمد نے لکھا ہے:

''اور علی زئی کا اس '' اَعْدَلُ الْاَقْوَالُ'' قول کو چھوڑ کر ''غیر اَعْدَلُ الْاَقْوَالُ'' قول نقل کرنا بھی باطل ہے۔'' (تلامذہ ص۲۱۴)

الاقوال کی جزم سے ظہور و نثار کی عربیت دانی ظاہر ہے، تاہم صرفِ نظر کرتے ہوئے

عرض ہے کہ عبارت مذکورہ میں ظہور احمد نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ تقریب التہذیب میں مذکورہ فیصلے یعنی اعدل الاقوال سے مراد پوری اُمت کے نزدیک اعدل الاقوال ہے، لہٰذا اسے رد کرنا باطل ہے۔ سبحان اللہ

راقم الحروف نے دو ضعیف راویوں عمران بن زید اور حجاج بن تمیم پر جرح بحوالۂ تقریب التہذیب نقل کی اور بطورِ تنبیہ لکھا: ''ان راویوں پر محدثین کرام کی جرح تفصیلاً تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال وغیرہ میں موجود ہے۔ تقریب کا حوالہ بطورِ اختصار اور بطورِ خلاصہ و اعدل الاقوال دیا جاتا ہے۔ والحمدللہ'' (الحدیث:۴۴ ص۱۱)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس راوی پر ہم تقریب التہذیب سے جرح نقل کریں اور کسی قسم کا رد نہ کریں تو یہ قول ہمارے نزدیک اعدل الاقوال قول ہوتا ہے اور اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تقریب التہذیب کا ہر قول ہمارے نزدیک اعدل الاقوال قول ہی ہے۔ جب حافظ ابن حجر کا فیصلہ جمہور محدثین یا اصولِ حدیث کے خلاف ہو تو ہم ادب و احترام کے ساتھ ان سے اختلاف کرتے ہیں اور اس کی بہت سی مثالیں ہماری عبارات میں موجود ہیں۔

کتنے ہی راویوں کو حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ثقہ و صدوق قرار دیا، مثلاً انھوں نے صحیح العقیدہ سُنی امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا: '' ثقة ''

(تقریب التہذیب: ۳۲۰۵)

مگر ظہور احمد نے کوثری کے بھی کان کاٹتے ہوئے اس عظیم الشان امام کے بارے میں لکھا:

''اس ساری تفصیل سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ امام احمدؒ کے بیٹے عبداللہ ایک بدعتی فرقے مجسمہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور امام صاحب کے بارے میں اس قدر عناد رکھتے ہیں کہ آپ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

جس قول کی سند اس قدر خرابیوں اور عیوب کا خزانہ ہو اس کو صحیح کہنا علی زئی جیسے لوگوں کا ہی کام ہوسکتا ہے جن کا مقصد محض امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کو بدنام کرنا

ہے۔‘‘ (تلامذہ ص ۲۵۰۔۲۵۱)

اس عبارت میں ظہور احمد نے حافظ ابن حجر کے نزدیک اعدل الاقوال ’’ثقہ‘‘ بلکہ ثقہ بالاجماع امام عبداللہ بن احمد کو کافر اور کذاب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ وہ مسند احمد کی ہر حدیث کے بنیادی راوی ہیں۔ **و إلی اللّٰہ المشتکیٰ**

یہاں اعدل الاقوال کہاں گیا؟!

۹) محمد بن عیسیٰ بن نجیح المعروف با بن الطباع رحمہ اللہ نے ایک روایت بیان کی تو ظہور احمد نے لکھا: ’’اس قول کی ابتدائی سند سے قطع نظر اس قول کو امام ابن عیینہؒ سے نقل کرنے والا محمد بن عیسیٰ بن نجیح ہے جو کہ ابن الطباع سے مشہور ہے، اور یہ باقرار علی زئی مدلس ہے....‘‘ (تلامذہ ص ۲۰۹)

ظہور احمد نے مزید لکھا ہے:

’’اس ابن الطباع جس کو خود علی زئی بھی مدلس کہہ رہے ہیں، نے امام ابن عیینہؒ سے مذکورہ قول کو یوں نقل کیا ہے: **قال ابن الطباع، قال سفیان ....**

اب یہاں ابن الطباع نے امام ابن عیینہؒ سے سماع کی تصریح نہیں کہ بلکہ صرف یوں کہا ہے کہ سفیان نے فرمایا.....‘‘ (تلامذہ ص ۲۱۰)

عرض ہے کہ امام عقیلی نے اس کی حدیث کی سند کو درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے: ’’**حدثنا أحمد بن علي: حدثنا الحسن بن علي الحلواني: حدثنا محمد بن عیسیٰ الطباع: حدثنا سفیان بن عیینة ......**‘‘ (الضعفاء الکبیر ۴/۴۴۳، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۵۴۷)

روایت مذکورہ میں صاف طور پر سماع کی تصریح موجود ہے، لہٰذا ظہور احمد کا اعتراض تلبیس و تدلیس ہے۔

تنبیہ: الفتح المبین کی تحقیق ثانی سے ثابت ہوا کہ ابن الطباع تدلیس کے الزام سے بری ہیں۔ (دیکھئے ص ۱۱۸، تحقیق جدید ۱۴۳۴ھ)

لہٰذا ان کی اپنے استاذ سے معنعن روایت بھی صحیح ہوتی ہے۔

ابتدائی سند کے بارے میں عرض ہے کہ حسن بن علی الحلوانی ثقہ حافظ ہیں اور احمد بن علی بن مسلم الابار بالاجماع ثقہ ہیں، ان پر حافظ ذہبی کی طرف سے کوئی جرح ثابت نہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون: امام احمد بن علی بن مسلم الابار رحمہ اللہ)

١٠) **ابو یوسف احمد بن جمیل المروزی البغدادی رحمہ اللہ کو جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا۔ مثلاً:**

١: امام محمد بن اسحاق الصاغانی نے فرمایا: ثقہ (صحیح ابی عوانہ ٢/ ١٨ ح ٢٠٠٦، دوسرا نسخہ ١/ ٥٢٦)

٢: امام ابو عوانہ نے صحیح ابی عوانہ میں روایت لی۔ (ایضاً)

٣: حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (٨/ ١١)

٤: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "**ليس به بأس**" (الجرح والتعدیل ٢/ ٤٤)

٥: امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: "**صدوق**" (کتاب الجرح والتعدیل ٢/ ٤٤)

٦: امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے ان سے روایتیں بیان کیں اور وہ اسی سے روایت بیان کرتے تھے جو ان کے والد کے نزدیک ثقہ ہوتا تھا۔

٧: ضیاء المقدسی نے المختارہ میں ان سے حدیث بیان کی۔

(٦/ ٢٥٧ ح ٢٢٧٦، ١٠/ ٣٣٢ ح ٣٥٨۔ ٣٥٩)

٨: ابو نعیم الاصبہانی نے المستخرج علیٰ صحیح مسلم میں اُن سے حدیث بیان کی۔

(٣/ ١٣٣ ح ٢٣٨٦)

٩: ابن شاہین نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (١/ ٤٢ ت ٩٨)

١٠: امام ابو زرعہ الدمشقی نے احمد بن جمیل کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں فرمایا:

"**هذا حديث جليل**" (الفوائد المعللۃ ١/ ٨٨ ح ٢٣ بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ)

١١: امام احمد بن حنبل نے ان سے احادیث لکھیں۔ (دیکھئے العلل للامام احمد: ٣٨٥٦)

جمہور کی اس توثیق کے مقابلے میں ظہور احمد نے لکھا ہے:

"تیسرے قول کی سند بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ عقیلیؒ کا استاذ احمد بن جمیل الھروی المروزی ہے،

اس کے بارے میں امام یعقوب بن شیبہؒ فرماتے ہیں کہ: **صدوق لم یکن بالضابط.**
یہ سچا ہے، لیکن روایت کو ضبط (اچھی طرح یاد) نہیں کرسکتا۔
لہٰذا اس کی روایت کا کیا اعتبار ہے؟'' (تلامذہ ص۱۹۹، بحوالہ لسان المیزان ا/۲۵۰)

ظہور احمد نے جمہور محدثین کے خلاف یہ جرح لسان المیزان سے نقل کی ہے، حالانکہ لسان المیزان میں ہی اس سے پہلے اور بعد میں لکھا ہوا ہے:

" وقال عبد الخالق بن منصور عن ابن معین: ثقة.....و وثقه عبد اللّٰه بن أحمد و ذکره ابن حبان فی الثقات " (لسان المیزان ا/۱۴۷، دوسرا نسخہ ا/۲۲۱ ت ۴۷۴ز)

ایک کتاب سے جرح نقل کر کے اُسی کتاب میں جمہور کی توثیق چھپا لینا بہت بڑا دھوکا اور تلبیس ہے۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں، جن میں ظہور و نثار کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں مثلاً:

نثار احمد نے لکھا ہے:

''مثلاً حضرت امام مسلم رحمه الله صاحب صحیح مسلم نے مقدمہ مسلم میں اصولِ حدیث کے بیان اور رجالِ حدیث کی درجہ بندی کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِذا جَاءَ الصَّوْفِیُّ فِی السَّنَدِ فَاغْسِلْ یَدَیْکَ۔

جب سندِ حدیث میں کوئی صوفی بزرگ آ جائے تو اس سند سے ہاتھ دھو بیٹھ یعنی اس کا اعتبار نہ کرو۔'' (مقدمہ تلامذہ ص۲۶)

مقدمہ صحیح مسلم میں ہمیں یہ عبارت نہیں ملی اور نہ کسی مستند کتاب میں امام مسلم رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ عبارت باسند صحیح و حسن ملی ہے، بلکہ نویں صدی ہجری تک کے کسی معتبر امام سے یہ عبارت نہیں ملی، لہٰذا نثار احمد کا مذکورہ بیان مقدمہ صحیح مسلم اور امام مسلم پر بہتان ہے۔

دوسرے یہ کہ تلبیس بھی ہے کیونکہ نثار احمد صاحب بذاتِ خود صوفی، ایک پیر کے مرید اور خانقاہ امدادیہ کے کرتا دھرتا ہیں، لہٰذا اگر صوفی نثار احمد صاحب کسی سند میں آ جائیں تو کیا ہوگا؟! **و ما علینا إلا البلاغ** (۱۶/ شعبان ۱۴۳۳ھ بمطابق ۷/ جولائی ۲۰۱۲ء)

حافظ ندیم ظہیر

ضعیف + ضعیف اور محدثین عظام

(قسط نمبر ۳)

محترم خبیب صاحب ''محدثین کے ہاں حسن لغیرہ کی حجیت'' کے ذیلی عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''① امام شافعی ۲۰۴ھ:
امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں مرسل روایت چند شروط کی بنا پر تقویت حاصل کرتی ہے.....امام شافعی رحمہ اللہ کی ان نصوص سے معلوم ہوا کہ وہ مرسل تابعی کبیر کی تقویت کے قائل ہیں، جو متأخرین کے نزدیک حسن لغیرہ کی صورت ہے۔'' (مقالات اثریہ ص ۷۹)

امام شافعی رحمہ اللہ اور ضعیف + ضعیف = ''حسن لغیرہ''

قارئین کرام! سابقہ صفحات میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ ضعیف + ضعیف کی حجیت کے قائل نہیں، نیز دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۴۱۶/۲)

یہاں خبیب صاحب خلط مبحث کے ذریعے سے اپنے موقف کو بارآور کرانے اور تعداد بڑھانے کی کوشش میں ہیں کیونکہ ضعیف + ضعیف ایک الگ صورت ہے اور مرسل کی قبولیت وعدمِ قبولیت ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ مرسل کی قبولیت میں امام شافعی رحمہ اللہ کی اپنی مخصوص شرائط ہیں جو خود امام موصوف کے نزدیک بھی حتمی نہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ (ان شاء اللہ)

اور وہ خبیب صاحب کی ذکر کردہ صرف تین نہیں بلکہ اور بھی ہیں۔ (دیکھئے الرسالہ ۱۲۶۸، ۱۲۶۹)

نیز امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہاں ارسال اور انقطاع متحدہ المعنی ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب الرسالہ (۱۲۶۴) اور یہ صورت یقیناً خبیب صاحب کے ہاں بھی درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔ اس سلسلے میں خبیب صاحب کے بے جا اصرار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض زور

آزمائی کے لئے میدان میں اترے ہیں یا انھیں ہُلّا ہُلا (ہلہ شیری) کے ذریعے سے اتارا گیا ہے۔

اب ہم امام شافعی رحمہ اللہ کی ان شرائط کو احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں جنھیں خبیب صاحب نے کسی ''مصلحت'' کے تحت نظرانداز کر دیا تھا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: '' **فمن شاهد أصحاب رسول الله من التابعين، فحدث حديثًا منقطعًا عن النبي۔ اعتبر عليه بأمورٍ :منها :أن ينظر إلى ما أرسل من الحديث، فإن شركه فيه الحفاظ المأمونون فأسندوه إلى رسول الله بمثل معنى ما روى ۔ كانت هذه دلالةً على صحة من قبل عنه و حفظه** '' چنانچہ تابعین میں سے جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کو دیکھا، پھر نبی ﷺ کی طرف سے کوئی منقطع (مرسل) حدیث روایت کی تو ایسی صورت میں چند چیزوں کا اعتبار ضروری ہوگا۔ اسی میں یہ ہے کہ جس حدیث کو اس نے مرسل بیان کیا، اس میں غور وفکر کیا جائے کہ آیا دیگر ثقہ و قابل اعتماد راویوں نے اسے کسی دوسری سند سے مسند (متصل و مرفوع) بیان کیا ہے، اگر (ایسا ہی) ہے تو وہ اس روایت میں اس (تابعی) کے شریک ہیں جو اس کے حفظ و اتقان اور اس سے مروی (مرسل) حدیث کی صحت کا ضامن ہوں گے۔

(الرسالہ ص ۴۶۱۔۴۶۲ رقم: ۱۲۶۴۔۱۲۶۵)

امام شافعی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا ایسی کڑی شرط لگائی ہے کہ اگر اسی ایک شرط پر غور و فکر کر لیا جائے تو مرسل کی حجیت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے انگشت بدنداں رہ جائیں، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ امام موصوف کی اس شرط سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر مرسل کی تقویت مسند، متصل و مرفوع حدیث سے ہو رہی ہے تو پھر قابل حجت دراصل متصل و مرفوع حدیث ہے نہ کہ مرسل!! **فتدبر جدًا**

تنبیہ: امام شافعی رحمہ اللہ کی اس شرط سے ضعیف + ضعیف نہیں، بلکہ ہمارا موقف ''مرسل + مسند و مرفوع صحیح'' ہی ثابت ہو رہا ہے۔ وللہ الحمد

امام شافعی رحمہ اللہ نے تابعی کبیر کی مرسل روایت کو رَد کر کے عملاً اپنی اس شرط کی تصدیق وتائید بھی فرما رکھی ہے۔

امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''**أن رسول اللّٰه ﷺ فرض زكاة الفطر مدين من حنطة**'' بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے گندم میں سے دو مُد صدقہ فطر فرض کیا۔

یہ روایت امام ابوداود کی کتاب المراسیل (۱۱۷) السنن المأ ثورۃ للشافعی (ص ۳۳۱ ح ۳۷۸۔۳۷۹) امام طحاوی کی کتاب شرح معانی الآثار (۴۶/۲)

شرح مشکل الآثار (۱۶۹/۴) اور امام بیہقی کی کتاب السنن الکبریٰ (۱۶۹/۴) میں موجود ہے، اور امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تک اس کی سند بالکل صحیح ہے، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''**حديث مدين خطأ**''، یعنی حدیث مدین غیر ثابت ومردود ہے۔

دیکھئے السنن الماثورۃ للشافعی (۳۷۸۔۳۷۹) اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۶۹/۴)

معلوم شد کہ اس روایت میں صرف یہی علت ہے کہ امام سعید بن مسیّب اسے مرسل بیان کر رہے ہیں اور امام سعید بن مسیّب کبار تابعین میں سے ہیں، جس سے یہ عیاں ہوجاتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ مرسل تابعی کبیر کی حجیت کے قطعاً قائل نہیں اور نہ آپ ضعیف + ضعیف جیسے مختلف فیہ اصول پر ہی عمل پیرا تھے۔

اس حقیقت کے منکشف ہوجانے کے بعد ہم اس مسئلے کی توضیح میں مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب ''اعلاء السنن فی المیزان'' سے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں، جس سے مرسل روایت کی حیثیت مزید نمایاں ہوجائے گی۔ (ان شاء اللہ)

اثری صاحب لکھتے ہیں: ''رہی یہ بات کہ امام مالک.... امام زہری رحمہ اللہ کی مراسیل سے استدلال کرتے ہیں تو امام زہری رحمہ اللہ ہی کی نہیں، بلکہ مطلقاً مراسیل سے استدلال کے قائل ہیں۔ یہ مسئلہ ان کے دور میں بلاریب مختلف فیہ تھا ان کے متبعین بھی عموماً اسی کے قائل

ہیں، مگر بعد میں اکثر ائمہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے مراسیل حجت نہیں۔ چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ مقدمہ صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

" المرسل من الروایات فی اصل قولنا و قول أهل العلم بالأخبار لیس بحجة "
[مقدمہ مسلم:۲۲]

''ہمارے اور حدیث کو جاننے والوں کے قول میں مرسل روایت حجت نہیں۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی فرمایا:" والحدیث إذا کان مرسلاً فإنه لا یصح عند أکثر أهل الحدیث قد ضعفه غیر واحد " [العلل مع التحفه ۴/ ۳۹۷]

''جب حدیث مرسل ہو تو اکثر اہلِ حدیث کے نزدیک صحیح نہیں، بہت سے حضرات نے اسے ضعیف کہا ہے۔'' (اعلاء السنن فی المیزان ص۲۸۹۔۲۹۰ بتصرف یسیر)

نیز لکھتے ہیں:''حالانکہ حدیث کا ابتدائی طالب علم بھی الاطلاق مرسل کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا موقف شرح نخبۃ الفکر کے حوالے سے جانتا ہے کہ انھوں نے مرسل کو مردود کی قسم میں شمار کیا ہے۔ اور النکت میں ان کی توضیحات اس پر مستزاد ہیں۔''
(اعلاء السنن فی المیزان:۲۹۲۔۲۹۳)

اثری صاحب لکھتے ہیں:''...ورنہ یہ مسئلہ تو اظہر من الشمس ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ مرسل کی حجیت کے قطعاً قائل نہیں حتیٰ کہ انھوں نے تو صراحۃً امام زہری رحمہ اللہ کی مراسیل کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ " فلما أمکن فی ابن شهاب أن یکون یروی عن سلیمان مع ما و صفت به ابن شهاب لم یؤمن مثل هذا علی غیره " [الرسالہ:۵۰۲ رقم:۱۳۰۵]

''جب ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے یہ ممکن ہے کہ وہ سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہیں، اس کے باوصف جو میں نے ان کے اوصاف بیان کیے ہیں تو کسی اور سے اس قسم کے راویوں سے روایت کرنے کے بارے میں اطمینان کیونکر ہو سکتا ہے۔''

اسی طرح امام زہری کی ایک مرسل روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" فلم نقبل هذا لأنه مرسل " [الرسالہ:۵۰۱ رقم:۱۳۰۰]

''ہم اسے قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ مرسل ہے۔'' (اعلاء السنن فی المیزان ص۲۹۳۔۲۹۴)

قارئین کرام! ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ متقدمین، متاخرین اور معاصرین سب کے نزدیک مرسل روایت قطعاً حجت نہیں، چہ جائیکہ جوڑ توڑ کر کے ضعیف + ضعیف کے لئے زمین ہموار کی جائے!

سرِ راہ: استاد محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تدلیس کے مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب ''الرسالہ'' کا حوالہ دیا تو خبیب صاحب نے لکھا:

''کتاب الرسالہ اصولِ فقہ پر مشتمل ہے۔'' (مقالات اثریہ ص۳۰۰)

عام طلباء بھی جانتے ہیں کہ حسن لغیرہ خالص اصول حدیث کا مسئلہ ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب الرسالہ سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے۔

خبیب صاحب! کہیں ایسا تو نہیں کہ مسترد کرنے کے لئے اصول فقہ کی کتاب ہو اور مطلب برآری کے لئے اصول حدیث کی کتاب بن گئی ہو؟!!

ع انصاف سے کہیے آخر ماجرا کیا ہے

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ضعیف + ضعیف = حسن لغیرہ

خبیب صاحب نے اپنے حواریوں کو طفل تسلی دینے کے لئے کہ ''امام احمد رحمہ اللہ بھی ضعیف + ضعیف کے قائل تھے'' تقریباً پندرہ صفحات تحریر کئے ہیں جو اِطناب کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

قارئین کرام! جہاں تک بات ہے اس دعوے کی کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ضعیف + ضعیف کے قائل تھے'' تو اس دعویٰ کی کوئی حقیقت نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی کتاب تحقیقی مقالات (۱۷۳/۵)

باقی رہی موصوف کی قیل وقال تو اس کا تجزیہ درج ذیل ہے:

خبیب صاحب لکھتے ہیں: ''امام احمد ۲۴۱ھ:

انھوں نے حکیم بن جبیر کو ضعیف کہا ہے۔ اس کی روایت حسن قرار دی ہے۔''

(مقالات اثریہ ص ۸۰)

تجزیہ: ہم خبیب صاحب کی طرح قارئین کو بھول بھلیّوں میں نہیں ڈالیں گے بلکہ آسان فہم انداز میں یہ بتائیں گے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن کس بنیاد پر قرار دیا ہے۔ شاید اگر موصوف لمبی چوڑی بحث کے بجائے یہی طرز اختیار کرتے تو نہ عوام مطمئن ہوتے، نہ ان کی بلے بلے ہوتی اور نہ اپنے تئیں امام احمد رحمہ اللہ کو ہی ضعیف + ضعیف کے قائل ثابت کر پاتے۔

ع دل نے جس راہ لگایا تو اسی راہ چلا

پچھلے صفحات میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حسن لغیرہ میں ایک صورت صحیح شواہد یا معتبر متابعت کی بنا پر حسن کی ہے اور یہ مقبول ولائق حجت ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حکیم بن جبیر کی روایت کو جو حسن قرار دیا ہے وہ اسی بنا پر ہے جس سے ہمارا موقف مزید مضبوط ہو جاتا ہے۔ وللہ الحمد

جی! تو امام احمد رحمہ اللہ نے حکیم بن جبیر کی روایت کو کس بنا پر حسن قرار دیا؟ خبیب صاحب ہی کے قلم سے ملاحظہ کریں۔ موصوف لکھتے ہیں:

''اس بابت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ صدقہ کے بارے میں ہماری رائے یہی ہے۔ میں (ابوبکر اثرم) نے امام احمد رحمہ اللہ سے سنا، انھوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ذکر کی: ''جو سوال کرے اور اس کے پاس اوقیہ (چالیس درہم) موجود ہو تو وہ ضد کر کے مانگنے والا ہے۔'' امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو تقویت دیتی ہے۔''

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت مسند احمد (۳/ ۷) سنن ابی داود (۱۶۲۸) صحیح ابن خزیمہ (۴/ ۱۰۰، حدیث: ۲۴۴۷) صحیح ابن حبان (۵/ ۱۶۵، حدیث: ۲۳۸۱) وغیرہ میں موجود ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔'' (مقالات اثریہ ص ۱۷۴۔۱۷۵)

پھر خبیب صاحب چند سطور کے بعد لکھتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رحمہ اللہ بھی ضعیف + ضعیف کی تقویت اور حجیت کے قائل ہیں'' (مقالات اثریہ ص ۱۷۵۔۱۷۶)

واہ! کیا نتیجہ خیز بحث ہے۔

ع دیدۂ کور کو کیا نظر آئے اور کیا دیکھے

ہم حیران ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جس حدیث کو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا شاہد و مؤید قرار دیا ہے، اس کے بارے میں خود موصوف لکھتے ہیں: ''اس کی سند حسن ہے۔'' اور نتیجہ اخذ کر رہے ہیں: ''ضعیف + ضعیف''!!!

قارئین کرام! اسے کہتے ہیں انصاف کے دامن سے ہاتھ صاف کرنا۔ مذکورہ بالا واضح صورت ''ضعیف + حسن لذاتہ'' کو توڑ مروڑ کر من چاہی تعبیر ''ضعیف + ضعیف'' میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ والعیاذ باللہ

کیا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کرنا چاہتے تھے؟

ہلال بن یساف کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کربلاء میں فرمایا تھا: مجھے یزید کے پاس جانے دو، تاکہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں یعنی بیعت کرلوں۔

(انساب الاشراف ۳/ ۱۳۴۹، الحدیث حضرو: ۲۷ ص ۶۳، فضائل صحابہ صحیح روایات کی روشنی میں ص ۱۰۵)

انساب الاشراف کی یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

۱: انساب الاشراف کے مطبوعہ نسخے کی اصل سند نا معلوم ہے۔

۲: بلاذری سے اس کتاب کے راوی کا نام معلوم نہیں۔

۳: انساب الاشراف کی کئی روایات صحیحین و صحیح احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے منکر و مردود ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی (۱۳/ جون ۲۰۱۳ء)

امام محمد بن المنکدر راور قبر پر رخسار رکھنے کا قصہ

حافظ ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ رحمہ اللہ (م ۲۷۹ھ) نے لکھا ہے:

''۲۷۷۷۔حدثنا مصعب قال: حدثني إسماعيل بن يعقوب التيمي قال: كان محمد بن المنكدر يجلس مع أصحابه فكان يصيبه الصمات فكان يقوم كما هو. يضع خده علىٰ قبر النبي ﷺ ثم يرجع فعوقب في ذلك فقال: إنه تصيبني خطره فإذ وجدت ذلك استغثت بقبر النبي ﷺ.

وكان يأتي موضعًا في المسجد في الصحن فيتمرغ و يضطجع فقيل له في ذلك فقال: إني رأيت النبي ﷺ في هذا الموضع. قال: أراه في النوم.''

اسماعیل بن یعقوب التیمی سے روایت ہے کہ محمد بن المنکدر راپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھتے تو آپ پر خاموشی چھا جاتی، پھر اسی حالت میں کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ نبی ﷺ کی قبر پر اپنا رخسار رکھ دیتے پھر واپس آ جاتے تھے۔ انھیں جب اس کے بارے میں ملامت کی گئی تو انھوں نے فرمایا: وہ (اپنے دل میں) خطرات پاتے ہیں، پھر جب یہ حالت ہوتی ہے تو میں نبی ﷺ کی قبر سے مدد حاصل کرتا ہوں۔

اور آپ مسجد کے صحن میں ایک جگہ جاتے تو زمین پر لیٹ جاتے اور لوٹ پوٹ ہوتے تھے پھر جب اس کے بارے میں انھیں کہا گیا تو انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو اس مقام پر دیکھا ہے۔ اسد (راوی) نے کہا: یعنی خواب میں دیکھا تھا۔

(التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ ۲/ ۲۵۸۔۲۵۹ فقرہ ۲۷۷۷ شاملہ)

یہ روایت کافی اختلاف کے ساتھ ابن عساکر کی تاریخ دمشق (۵۶/۵۰۔۵۱) میں ابن ابی خیثمہ کی سند سے مذکور ہے۔

نیز حافظ ذہبی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۵/ ۳۵۹، تاریخ الاسلام ۸/ ۲۵۶)

سیر میں تو حافظ ذہبی نے سکوت کیا مگر تاریخ الاسلام میں اس واقعے کے فوراً بعد فرمایا:

" **إسماعيل :فيه لين**" اسماعیل (راوی) میں کمزوری ہے۔ (ص ۲۵۶)

اسماعیل بن یعقوب التیمی کے بارے میں ابوحاتم الرازی نے فرمایا:

"**هو ضعيف الحديث**" (کتاب الجرح والتعدیل ۲/۲۰۴ ت ۶۹۰)

حافظ ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا۔ (۱/۹۲ ت ۴۵۸)

اور میزان الاعتدال میں فرمایا: "**وله حكاية منكرة عن مالك ساقها الخطيب** "

اور اس نے (امام) مالک سے ایک منکر قصہ بیان کیا ہے جسے خطیب نے روایت کیا ہے۔

(۱/۲۵۴)

ابن الجوزی نے اس راوی کو کتاب الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا۔ (۱/۱۲۳ ت ۴۲۹)

امام ابوحاتم الرازی اور جمہور محدثین کی جرح کے مقابلے میں حافظ ابن حبان کا اس راوی کو کتاب الثقات میں ذکر کرنا غلط ہے۔

دوسرے یہ کہ اسماعیل بن یعقوب نے یہ نہیں بتایا کہ اس نے یہ قصہ کس سے سنا تھا؟

ہمارے علم کے مطابق کسی محدث نے محمد بن المنکدر رسے اس کی کسی ملاقات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا اور منقطع روایت مردود ہوتی ہے۔

عصرِ حاضر میں لکھی ہوئی اصولِ حدیث کی ایک مشہور کتاب میں لکھا ہوا ہے:

" **المنقطع ضعيف بالاتفاق بين العلماء ، وذلك للجهل بحال الراوي المحذوف** "

علماء کا اتفاق ہے کہ منقطع ضعیف ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اس کا حذف شدہ راوی مجہول الحال ہوتا ہے۔ (تیسیر مصطلح الحدیث ص ۷۸)

خلاصہ یہ کہ امام محمد بن المنکدر رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ قصہ ثابت نہیں، لہٰذا اس قصے سے بعض قبر پرستوں کا استدلال کرنا غلط ہے۔

(۲۵/ فروری ۲۰۱۳ء)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

دیوبندیوں کی رافضیت غازی پوری اصول پر!

(قسط نمبر ۱)

دیوبندیوں کے مشہور بھارتی عالم محمد ابوبکر غازیپوری فاضل دیوبند اہل حدیث کے خلاف جس قدر سختی ودرشتی اور اشتعال انگیزی کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں، اہل حدیث کے خلاف ان کی کتب ورسائل کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باطل پروپیگنڈا، اتہام طرازی والزام تراشی حتیٰ کہ کذب بیانی وغلط بیانی کو بھی جناب اپنا حق وفریضہ سمجھے بیٹھے ہیں۔

بغض، کینہ، عداوت، نفرت اور تعصب کا یہ عالم ہے کہ موصوف اس معاملہ میں اصولوں اور اخلاقی قدروں کو روند ڈالنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے۔ جو من میں آیا لکھ ڈالتے ہیں، جو سخت سے سخت فتویٰ سوجھا لگا بیٹھتے ہیں، مطلوبہ بات میسر نہیں آتی تو قلم کا تقدس پامال کرتے ہوئے عبارات میں خیانت سے کام چلا لینے کی کوشش کرتے ہیں، یہ تک سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ اہل حدیث دشمنی میں جن اصول وامور کی تردید کرنے جارہا ہوں وہ بالکل درست بلکہ خود اکابرِ دیوبند کا موقف اور مسلمات میں سے ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ اہل حق اہل حدیث کو بدنام کرنے کے لئے غازیپوری صاحب نے جو کارنامے انجام دیئے، جو تانے بانے بنے بلکہ یوں کہئے کہ جو جال تیار کئے ہیں، اکثر وبیشتر خود وہ اور ان کا دیوبندی گروہ ان کے بُنے جال میں پھنسے اور جکڑے نظر آتے ہیں۔

جی ہاں! یہ غازیپوری کاوشیں ہیں کہ جن کی بنا پر علمائے احناف یا اکابرِ دیوبند کہیں محرفینِ قرآن ثابت ہوتے ہیں تو کہیں منکرینِ حدیث، کہیں شرک وبدعات میں ملوث اور بریلوی ثابت ہوتے ہیں تو کہیں اہل سنت سے خارج شیعہ اور رافضی، لیکن یہ ابوبکر غازیپوری صاحب ہیں جو شاید ان تمام باتوں سے بے خبر یا تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے اپنی ہی دھن میں بڑے ہی جوش وجذبے کے ساتھ غیظ وغضب میں مبتلا رہتے ہوئے جو من

میں آئے لکھتے چلے جاتے ہیں۔

ایسے میں کتنی ہی درست باتوں اور کتنے ہی صحیح اصولوں کو بھی باطل، فاسد و کاسد باور کرانے پر تُل جاتے ہیں، پھر اپنے غلط سلط تبصروں اور غیر سنجیدہ آراء سے ان میں زبردستی کجی و ٹیڑھ ثابت کرتے ہوئے سخت ترین فتوے لگا بیٹھتے ہیں۔ اب ''حجیتِ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم'' کے مسئلے ہی کو لے لیجئے۔ اہلِ علم کے مابین ہمیشہ سے ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے وہ اقوال وافعال کہ جن کی نسبت انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی، کیا وہ حجت ہیں یا نہیں؟

جہاں بعض اہلِ علم ایسے اقوال وافعال کو حجت کہتے رہے تو ایسے لوگوں کی بھی کوئی کمی نہیں رہی کہ جو ایسے اقوال وافعال کی عدمِ حجیت کے قائل رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہر دو فریق اپنے اپنے دلائل بیان کرتے چلے آئے ہیں، لیکن میری ناقص معلومات کے مطابق کسی نے اس بات کو لے کر حجت نہ ماننے والوں پر بغض وعداوتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی تہمت لگا کر رافضی اور دینِ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا۔ واضح رہے کہ ''اجماعِ صحابہ'' کا مسئلہ علیحدہ ہے، اُسے سب ہی حجت مانتے ہیں۔ اختلاف تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی انفرادی آراء، اقوال وافعال کی حجیت پر ہے۔

الحمدللہ ہمارے نزدیک قرآن وسنت اور اجماع سے جن مسائل کی صراحت نہیں ملتی تو اپنی ذاتی رائے کے بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے قول یا فعل پر عمل کرنا ہی راجح و بہتر ہے، بشرطیکہ وہ مستند ذرائع سے پایۂ ثبوت کو پہنچے۔

الغرض! غازیپوری صاحب نے اپنی مختلف کتب میں اس بحث کو چھیڑا۔ لیکن سنجیدگی و متانت اور علمی انداز سے اپنے موقف کا اثبات اور دلائل ہی کے ذریعے سے فریقِ ثانی کا رد کرنے کے بجائے اس بحث کو اپنے باطل پروپیگنڈے کا مضبوط سہارا سمجھ لیا۔ اس مسئلہ میں بعض اہلحدیث ودیگر علماء کی آراء پیش کر کے تمام کے تمام اہلحدیث کو خارجی، ناصبی اور روافض کی صف میں لا کھڑا کرنے کی ناکام ترین کوشش کی، بطورِ ثبوت ان کی مختلف کتب

سے چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے:

۱) ابوبکر غازیپوری صاحب نے لکھا:

''اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ کتاب وسنت کے بعد صحابہ کی سنت سے استناد کرنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ نے خلفاء راشدین کے اتباع کی تاکید فرمائی ہے، صحابہ کے اقوال و افعال سے روگردانی روافض کا خاصہ ہے، اہل سنت کا نہیں۔ لیکن یہ غیر مقلدین جن کے قلوب بغض صحابہ سے مملو ہیں انھیں روافض اور شیعوں کا طریقہ اختیار کرنا زیادہ آتا ہے، ان کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے تو عجیب انکشافات سامنے آتے ہیں، من جملہ ان کے یہ ہے کہ صحابہ کے اقوال لائق حجت نہیں ہیں، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی عرض کرتے ہیں: ''خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صحابہ کی تفسیر سے حجت قائم نہیں ہوسکتی بالخصوص جب وہ موقع اختلاف میں ہو (بدور الأ ھلہ ص ۱۳۹)'' یہی نواب صاحب دوسرے مقام پر عرض کرتے ہیں: ''فعل صحابی حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا'' (التاج المکلل ص ۲۹۲)''

(آئینہ غیر مقلدیت ص ۲۲۳۔۲۲۴)

۲) اسی طرح غازیپوری صاحب نے لکھا: ''جی ہاں شیعوں اور غیر مقلدوں کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں یہی عقیدہ ہے۔ مگر مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ تمام امتِ مسلمہ شیعوں اور غیر مقلدوں کو نکال کر صحابی کے قول وفعل اور ان کے فتاویٰ کو قابلِ عمل وقابل احتجاج واستدلال تسلیم کرتی ہے...'' (غیر مقلدین کی ڈائری ص ۱۴۰)

۳) ایک اور مقام پر غازیپوری صاحب نے لکھا: ''صحابہ کرام کے بارے میں آپ کے تمام اکابر واصاغر کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کا فہم حجت ہے نہ ان کا قول دین وشریعت میں حجت ہے اور نہ ان کا عمل حجت ہے، خلفائے راشدین تک کا قول وفعل اور عمل آپ کے ہاں حجت نہیں ہے۔ اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے، یہ شیعوں خارجیوں ناصبیوں کا عقیدہ ہے، پھر اہلحدیث فرقہ کو آپ کیسے اہلسنت فرقہ قرار دیں گے۔'' (ارمغانِ حق ج ۱ ص ۳۷۳)

٤) ایک ''منکرِ حدیث: گاؤں کے چوہدری'' کے روپ میں غازیپوری صاحب نے لکھا:

''مگر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ سلف کا آپ سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں دیکھئے آپ کے علماء کہتے ہیں کہ صحابہ کا قول وفعل حجت نہیں۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ ان کو صحابہ کرام پر اعتماد نہیں نہ ان کے قول پر اعتماد ہے نہ ان کے فعل پر اعتماد ہے آپ صحابہ کرام کو مجروح الشہادۃ قرار دیتے ہیں اس سے بڑھ کر ان کی جناب میں گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے۔

صحابہ کے قول وفعل کا انکار بغض صحابہ کا مظہر ہے صحابہ کرام کے قول وفعل کا انکار شیعوں کا طریقہ ہے۔ شیعہ کھلے طور پر صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں۔ اور آپ کا صحابہ سے بغض ڈھکے انداز کا ہے مگر بغض صحابہ کی بابت آپ اور اہل تشیع میں کوئی فرق نہیں۔ صحابہ کرام کے قول وفعل کا وہ بھی انکار کرتے ہیں۔ اور آپ بھی اسے حجت تسلیم نہیں کرتے۔ بتلایئے آپ اور شیعوں میں اب کیا فرق رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کے قول وفعل کو حجت نہ ماننا بغض صحابہ کا مظہر ہے۔'' (غیر مقلدین کے لئے لمحۂ فکریہ ص ۳۱)

یہ ہیں غازیپوری صاحب کے اتہام و بہتان سے بھرپور فرامین جنھیں وہ مکرر سہ کرر بیان کرتے نہیں تھکتے، پھر کتنے ہی دیوبندی ہیں جو غازیپوری صاحب جیسے مصنفین پر اندھا اعتماد کرتے ہوئے بلا سوچے سمجھے اپنے اپنے انداز میں ان بہتانات کو دہراتے چلے جاتے ہیں اور ایسے ہی فتوے لگاتے ہیں۔ بس ضروری معلوم ہوا کہ غازیپوری صاحب اور ان کے ہم مشرب دیوبندیوں کو آئینہ دکھایا جائے، شاید کہ وہ باز آ جائیں۔ اگر ضد، ہٹ دھرمی اور تعصب مانع بن جائے اور اصحابِ جبہ و دستار انانیت کے باعث اپنی روش سے باز نہ بھی آئے تو غلط فہمی کا شکار سادہ لوح عوام کو حقیقت کے سمجھنے میں دشواری نہیں ہوگی۔ ان شاء اللہ

قارئین کرام! غازیپوری صاحب نے اپنی ان تحریروں میں بلا غور وفکر جذبات میں مبتلا ہو کر جو لکھا وہ واضح اور عیاں ہے، لیکن تسہیلِ مقصود کی خاطر ان فتاویٰ جات کو ہم چند نکات کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

۱: غازیپوری صاحب کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال وفعال کو حجت نہ ماننا رافضیوں کا خاصہ ہے۔

۲: جو حجت نہ مانے ان کے نزدیک ''اس کا صاف مطلب ہے کہ اُسے صحابہ پر اعتماد نہیں۔''

۳: جو کہے کہ اقوال وافعالِ صحابہ حجت نہیں تو اس میں اور شیعہ رافضیوں میں کوئی فرق نہیں۔

۴: وہ صحابہ سے ڈھکا چھپا بغض رکھنے والا ہے۔

۵: حجت نہ ماننا بغضِ صحابہ کا مظہر ہے۔

۶: اہلحدیث کے علاوہ تمام امتِ مسلمہ اقوال صحابہ کو حجت مانتی ہے۔

۷: جو کوئی اقوال وافعال صحابہ کو حجت نہ مانے صحابہ کا اس سے بڑھ کر دشمن کوئی نہیں۔

۸: صحابہ کے اقوال وافعال کو حجت نہ ماننا ناصبیوں اور خارجیوں کا عقیدہ ہے۔

۹: ان اقوال وافعال کا حجت ہونا اہل سنت کا اتفاقی عقیدہ ہے۔

۱۰: اقوال وافعال صحابہ کو حجت نہ ماننے والے ''اہلسنت'' نہیں ہو سکتے۔

یہ ہے ایک قدیم ''فاضل دیوبند'' کی تحقیق انیق! ان سخت ترین ومتعصّبانہ فتوؤں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندیوں کے ''رئیس المحققین'' دیگر مذاہب جیسے شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی کتبِ فقہ اور اصول فقہ سے تو کیا واقف ہونگے، خود اپنے حنفی مذہب کی کتبِ اصول فقہ حتیٰ کہ وہ کتب جو درس نظامی میں سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ہیں اور اپنے اکابر دیوبند تک کی کتب سے بالکل ناواقف و بے خبر ہیں، لیکن ''ہمہ دانی'' کا زعم ہے کہ کسی کروٹ چین لینے نہیں دیتا۔ پھر حلقہ احباب ہے کہ جن کی علمی قابلیت جناب سے کچھ مختلف نہیں۔ اسی لئے جناب غازیپوری صاحب کو ''رئیس المحققین، فخر المحدثین اور مفکر اسلام'' جیسے بھاری بھرکم القابات سے نواز کر اپنے ہی خلاف ان کی باتوں کو شائع کر کے پھولے نہیں سماتے۔

دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں: یا تو غازیپوری صاحب اور ان کی کتب کے ناشرین نام نہاد ''اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ'' الیاس گھمن صاحب اینڈ پارٹی واقعتاً انتہائی بے خبر و بے علمی کا شکار ہیں۔ یا تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے غلط بیانی اور جھوٹ سے ذرا نہیں ہچکچاتے،

تا کہ کسی طرح ''اہلحدیث'' کو امتِ مسلمہ وگرنہ کم از کم اہل سنت سے خارج ثابت کر دیا جائے، لیکن

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

کے عین مصداق ایسی ہر خواہش وآرزو خاک میں مل جائے گی، بلکہ خود ان پر اور ان کے گروہ دیوبندیہ پر عتاب بن کر لوٹے گی۔ چونکہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ وہ غلط بیانی، تہمت، بہتان اور جھوٹ کے سہارے جو چاہیں الزام دیتے چلے جائیں اور اہلحدیث خاموش رہ کر ہر ظلم و ستم سہتے چلے جائیں اور مخلوق کی گمراہی کے برابر کے ذمہ دار بنتے جائیں۔

پھر غازیپوری صاحب اور ان کے ہم مشرب لوگ میدان خالی سمجھ کر ایسی لغو باتوں سے دیوبندیوں سمیت چودہ سو سال تک کی امتِ مسلمہ کے ان گنت لوگوں کو خارجی، ناصبی، شیعہ اور رافضی، بغضِ صحابہ میں مبتلا اعداءِ صحابہ ثابت کر بیٹھیں اور کوئی بھی انھیں آئینہ نہ دکھائے، کلا وکلا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری ان معروضات کو پڑھ کر خود دیوبندی حضرات بھی اس بات کا اعتراف کریں گے کہ اس صورتِ حال میں غازیپوری اور ان جیسے دیگر لوگوں کو ''آئینہ'' دکھانا مستحسن ہی نہیں از بس ضروری بھی ہے، بشرطیکہ وہ تعصب و جانبداری سے ہٹ کر عدل وانصاف سے کام لیں۔

علمائے احناف کی رافضیت (غازیپوری کے اصول پر)

قارئین کرام! آپ اس سلسلہ میں غازیپوری صاحب کے الزامات وفتاویٰ جات تو پڑھ چکے ہیں، اب یہ المناک وافسوسناک حقیقت بھی ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح ایک ''فاضل دیوبند'' اور دیگر دیوبندیوں کے ہاتھوں ان کے ائمہ اور اکابر دیوبند بغضِ صحابہ میں مبتلا اعدائے صحابہ ثابت ہوتے ہیں اور کس طرح غازیپوری طنز و تشنیع کے نشتروں سے مجروح اور تیروں سے چھلنی ہوتے ہیں۔

۱: ملا جیون حنفی نے لکھا: ''**وتقلید الصحابي واجب یترك به القیاس أي قیاس**

التابعين و من بعدهم لأن قياس الصحابي لا يترك بقول صحابي رضي الله عنه آخر... و قال الكرخي رحمه الله: لا يجب تقليده، إلا فيما لا يدرك بالقياس لأنه حينئذ يتعين جهة السماع منه، بخلاف ما إذا كان مدركًا بالقياس ، لأنه يحتمل أن يكون هو رأيه و أخطأ فيه فلا يكون حجة على غيره " (نورالانوار ا/ ۶۱۵، مکتبۃ البشریٰ)

اس کا ترجمہ وتشریح ان کے ''مولانا'' اسلام الحق اسعدی مظاہری دیوبندی صاحب سے پڑھئے، لکھا ہے: ''صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کرنا واجب ہے صحابی کے قول کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائے گا قیاس سے مراد تابعین کا قیاس ہے اور جو حضرات تابعین کے اہل الرائے حضرات کی رائے اور قیاس پر وہ اس میں داخل ہے اس وجہ سے کہ ایک صحابی کے قول اور رائے کو دوسرے صحابی کے قول اور اجتہاد (رائے) کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے گا...اس کے برخلاف علامہ کرخی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقلید واجب نہیں البتہ ان مسائل میں جن میں قیاس سے استنباط نہ ہو سکے...کیونکہ اب یہ جہت متعین ہو جائے گی کہ صحابی نے ضرور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اگر قیاس کو دخل ہوتا تو ضرور اس کا ادراک ہو جاتا۔ نیز یہ بھی کہ صحابی عادل ہوتا ہے اور وہ بغیر دلیل کے عمل نہیں کر سکتا۔ اب جب کہ قیاس کی نفی ہو گئی تو سماع عن النبی رائے ہوا اور ان سے اس میں خطاء ممکن ہے لہٰذا دوسرے کے حق میں وہ کیسے حجت ہو گی قاضی ابوزید کا یہی قول ہے۔''

(قوت الاخیار شرح اردو نور الانوار ج ۳ ص ۸۹)

تقریباً لفظ بلفظ یہی ترجمہ وتشریح محمد محمود عالم اوکاڑوی دیوبندی نے بھی کیا ہے۔
دیکھئے ''جامع الاسرار شرح نور الانوار'' (ص ۱۰۹۰۔۱۰۹۱)

نورالانوار اور اس کی دونوں شروحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ احناف کے امام ابوالحسن کرخی (المتوفی: ۳۴۰ھ) کا یہی موقف تھا کہ جو بات قیاس کے ذریعے سے کہی جا سکتی ہے اس بات میں صحابی رضی اللہ عنہ کی تقلید واجب نہیں۔ چونکہ اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ

یہ بات ان کی رائے پر مبنی ہو اور رائے میں تو صحابی سے بھی خطا کا صدور ممکن ہے۔ پس وہ ان کے علاوہ کسی پر حجت نہیں۔

۲: اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے ان کے علامہ عبدالحلیم لکھنوی صاحب نے لکھا:

"قوله يتعين جهة السماع لأن الصحابى العادل لا يعمل إلا بدليل و اذا انتفى القياس تعين السماع منه ﷺ فتقليده عين تقليد المسموع منه... قوله أنه يحتمل أن يكون الخ و السماع من الرسول عليه السلام و ان كان محتملا ايضا لكنه ليس مجرد الاحتمال موجباً ... قوله و أخطأ فيه لكونه غير معصوم عن الخطاء كسائر المجتهدين."

ماتن کا یہ کہنا کہ "سماع کی جہت متعین ہو جاتی ہے" (وہ اس طرح) کہ صحابی رضی اللہ عنہ جو عادل ہی ہیں دلیل پر ہی عمل کرتے ہیں، جب قیاس کی نفی ہو گئی تو نبی ﷺ سے اس بات کا سن لینا متعین ہو گیا، پس اس کی تقلید عین اس بات کی تقلید ٹھہرے گی جو نبی کریم ﷺ سے سنی گئی ہے (یعنی یہ مرفوع حکمی کی پیروی ہو گی)۔ پھر ماتن کا یہ کہنا کہ (جو بات قیاس سے جانی جا سکتی ہے) اس میں احتمال ہے کہ یہ ان کی اپنی رائے ہو، اگرچہ اس میں بھی نبی ﷺ سے سماع کا احتمال تو ہے مگر محض احتمال بات ثابت نہیں کر دیتی۔ ماتن کا یہ کہنا کہ "صحابی رضی اللہ عنہ سے خطا ہوئی ہو" یہ اس بنا پر ہے کہ دیگر تمام مجتہدین کی طرح صحابی بھی خطاء سے معصوم نہیں۔

(قمر الاقمار عربی شرح نور الانوار ص ۲۱۷ حاشیہ نمبر ۴ تا ۶)

تنبیہ: راجح قول کے مطابق نبی کریم ﷺ کے قول و فعل و تقریر پر عمل، اس کی پیروی تقلید نہیں۔

لیجئے غازیپوری صاحب! آپ کے علامہ لکھنوی نے ملاجیون کے قول کی توجیہ بیان کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا کہ دیگر تمام مجتہدین کی طرح صحابی رضی اللہ عنہ بھی اجتہاد میں خطا سے معصوم نہیں ہیں۔ ان کی رائے میں بھی خطا کا احتمال ہے۔

۳: حسام الدین محمد بن محمد بن عمر الاخسیکثی الحنفی نے لکھا ہے:

" قال ابو الحسن الکرخی رحمه اللّٰه لا یجوز تقلید الصحابی الا فیما لا یدرك بالقیاس " (الحسامی ص۱۹۱،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے جمیل احمد سکروڈی صاحب استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند نے لکھا: ''ابوالحسن کرخی نے کہا صحابی کی تقلید جائز نہیں ہے مگر ان چیزوں میں جن کا قیاس کے ذریعے ادراک نہ کیا جاتا ہو۔'' (فیض سبحانی اردو شرح منتخب الحسامی ص۱۴۴ج۱)

۴: محمد عبدالحق حقانی نے ''حسامی'' کی شرح میں لکھا:

" قال ابو الحسن الکرخی رحمه اللّٰه و جماعة منا و القاضی الامام ابو زید کما یظهر من تقدیره فی التقویم لا یجوز تقلید الصحابی الا فیما لا یدرك بالقیاس "

ابوالحسن کرخی رحمہ اللہ، ہم میں سے ایک جماعت اور قاضی، امام ابو زید نے کہا جیسا کہ ''تقویم'' میں ان کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابی کی تقلید جائز نہیں سوائے اس بات میں جو قیاس سے حاصل نہیں ہوسکتی۔'' (یعنی مرفوعِ حکمی کے علاوہ میں جائز نہیں ہے)

(النامی شرح الحسامی ص۱۹۱،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

لیجئے صرف کرخی و ابوزید دبوسی ہی نہیں بلکہ احناف کی ایک جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ مرفوع حکمی کے علاوہ مسائل میں صحابی کی تقلید جائز نہیں۔

۵: علامہ عبیداللہ بن مسعود الحنفی نے لکھا: '' یجب اجماعًا فیما شاع فسکتوا مسلمین ولا یجب اجماعا فیما ثبت الخلاف بینهم ، واختلف فی غیرهما وهو مالم یعلم اتفاقهم ولا اختلافهم'' ان مسائل میں صحابی کی تقلید اجماعاً واجب ہے جو پھیل گئے اور تمام صحابہ نے اسے تسلیم کرتے ہوئے سکوت فرمایا، اور جن مسائل میں ان کے درمیان اختلاف ثابت ہے ان میں ان کی تقلید بالاجماع واجب نہیں اور جن مسائل میں ان کا اتفاق اور نہ اختلاف معلوم نہیں تو ان مسائل میں ان کی تقلید میں اختلاف ہے۔

(التوضیح والتلویح ج۲ص۳۶۔۳۷،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ احناف کے ہاں بھی وہ آثارِ صحابہ کہ جن سے متعلق یہ معلوم نہیں کہ ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف تھا یا اتفاق تھا ان کی حجیت ایک اختلاف ہے۔ اس کے بعد صاحبِ توضیح نے اس پر مزید بحث کرتے ہوئے لکھا:

" **وعند الكرخي يجب فيما لا يدرك بالقياس لأنه ولا وجه له الا السماع أو الكذب والثاني منتفٍ ، لا فيما يدرك، لأن القول بالرأي منهم مشهور والمجتهد يخطئ ويصيب والاقتداء في البعض بما ذكرنا اي الاقتداء في بعض المواضع بأن نقلدهم ونأخذ بقولهم و في البعض أي في بعض المواضع بأن نسلك مسلكهم اي في الاجتهاد و نجتهد كما اجتهدوا و هذا اقتداء أيضًا**" کرخی کے نزدیک صحابی کی تقلید غیر قیاسی مسائل میں واجب ہے چونکہ اس کی یہی صورت ہے کہ یا وہ سماع پر محمول ہوگی یا جھوٹ پر اور دوسری چیز یعنی جھوٹ صحابہ رضی اللہ عنہم سے منتفی ہے (تو سماع کی صورت ہی ثابت ہوئی) جبکہ قیاسی مسائل میں صحابی کی تقلید واجب نہیں چونکہ صحابہ کا رائے سے کوئی بات بیان کر دینا بھی مشہور ہے اور مجتہد سے خطا بھی ہوتی اور وہ درست بات بھی کہہ دیتا ہے اور ہم نے جو ذکر کیا کہ بعض مسائل میں ہم ان کی پیروی کرتے ہیں اور ان کے اقوال کو لیتے ہیں اور بعض مسائل میں (نہیں لیتے) تو ان بعض مسائل میں ہم اجتہاد کرنے میں ان کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا ہم بھی اجتہاد کرتے ہیں اور یہ بھی ان کی اقتداء ہے" (ص۳۷)

اس عبارت پر غور کیجئے! اس سے تو واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ اقوال و افعال صحابہ یعنی موقوفات کو حجت نہیں سمجھتے بلکہ قرآن و حدیث سے استدلال و اجتہاد کرتے ہیں، وہ اجتہاد کرنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کی اقتدا کرتے ہیں۔ لیکن غازیپوری صاحب "التوضیح" کی اس "توضیح" وضاحت کو قبول کرنے کے بجائے اس طریقۂ کار پر بغض و عداوت اور رافضیت کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

نورالانوار میں ملاجیون حنفی نے لکھا: " **و اختلف عملهم في غيره ، أي عمل**

أصحابنا فی غیر ما لا یدرك بالقیاس ، وهو ما یدرك بالقیاس فإنه حینئذ بعضهم یعملون بالقیاس و بعضهم یعملون بقول الصحابی رضي الله عنه ، کما فی إعلام قدرِ رأس المال فإن أبا حنیفة رحمه الله یشترط اعلام قدرِ رأس المال فی السَّلم و إن کان مشارًا إلیه عملاً بقول ابن عمر رضي الله عنهما و أبو یوسف و محمد رحمهما الله لم یشترطا عَمَلاً بالرأی... والأجیرُ المشترك کالقصّار اذا ضاع الثوب في یده فانهما یضمنانه کما ضاع فی یده فیما یمکن الاحتراز عنه کالسرقة و نحوها تقلید لعلي رضي الله عنه حیث ضمَّن الخیاط صیانة لأموال الناس ، وقال أبو حنیفة رحمه الله إنه أمین فلا یضمن کالأجیر الخاص لما ضاع فی یده فهو أخذ بالرأی ... و هذا الاختلاف المذکور بین العلماء فی وجوب التقلید و عدمه فی کل ما ثبت عنهم من غیر خلافٍ بینهم .'' (نورالانوار ا/ ۲۱۷ مکتبۃ البشریٰ)

اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اسلام الحق مظاہری صاحب نے لکھا:

''البتہ احناف کا اس صورت میں اختلاف ہے جبکہ کوئی مسئلہ ایسا ہو کہ اس میں قیاس سے ادراک ہوسکتا ہوتو بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ قیاس پر عمل ہوگا۔صحابی کے قول کی تقلید واجب نہیں اور دوسری جماعت کے نزدیک تقلید واجب ہے (مثال) چنانچہ رأس المال کی مقدار کا بیان کر دینا۔خبر دینا حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک عقد سلم میں یہ شرط ہے اگرچہ وہ مشارالیہ ہو (یعنی اس مال سلم کو اشارہ سے بتلا دیا گیا ہو) حضرت امام صاحب رحمہ اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں حضرات صاحبین رحمہما اللہ اس کی شرط نہیں لگاتے ...اور حضرات صاحبین رحمہما اللہ کا یہ قول قیاس کے مطابق ہے... دوسری مثال والا اجیر الخ... اجیر مشترک مثل دھوبی کے ہے اگر اس سے کپڑا تو حضرات صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا۔اس وجہ سے کہ اس کے ہاتھ سے ضائع ہوا ہے۔ اس صورت کے پیشِ نظر کہ یہ ممکن تھا کہ نقصان نہ ہوتا جیسے کہ سرقہ وغیرہ ہے اس میں یہ

حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک درزی کو ضامن بنایا تھا اور اس میں دراصل انسانوں کے مال کی حفاظت مقصود ہے...اس کے برخلاف حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اجیر مشترک امین ہے لہٰذا وہ ضامن نہ ہوگا جس طرح اجیر خاص ہے اگر ضائع ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہوتا۔اس جگہ حضرت امام رحمہ اللہ نے قیاس پر عمل کیا... یہ مذکور اختلاف جو تقلید کے وجوب اور عدم وجوب سے متعلق ہے اس صورت میں ہے جبکہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے وہ ثابت شدہ ہو اور اس میں کوئی اختلاف نہ ہو ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان'' (قوت الاخیار اردو شرح نور الانوار ج۳ ص۹۰۔۹۱)

اور قوت الاخیار کے بعد محمود اوکاڑوی نے جامع الاسرار کے نام سے جو شرح شائع کروائی اس میں بھی تقریباً لفظ بہ لفظ ایسا ہی نقل ہوا ہے۔ (دیکھئے جامع الاسرار ص۱۰۹۱۔۱۰۹۳)

نور الانوار میں موجود مثالیں درج ذیل کتب میں بھی موجود ہیں:

۱: کشف الاسرار شرح المنار، از نسفی (۲/۱۰۱، مطبوعہ صدف پبلیکیشنز کراچی)

۲: مسلم الثبوت مع الشرح فواتح الرحموت (۲/۲۳۱ مطبوعہ بیروت)

محمود عالم اوکاڑوی نے لکھا: ''اصولِ فقہ کی اہمیت کسی بھی اہل علم سے مخفی نہیں اس وجہ سے اس فن کی تقریباً چار کتابیں: (۱) اصول الشاشی (۲) حسامی (۳) نور الانوار (۴) التوضیح والتلویح مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہیں'' (جامع الاسرار ۱/۱۶)

ان چار میں سے تین کتب میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ قولِ صحابی رضی اللہ عنہ کی حجیت ایک اختلافی مسئلہ ہے۔خود امام ابوحنیفہ، صاحبین قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن الشیبانی اور کرخی وغیرہم بھی تقلید صحابی کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔کیا ابوبکر غازیپوری صاحب والیاس گھمن نے دورانِ تعلیم اپنے مدارس میں اپنے اساتذہ سے یہ کتابیں نہیں پڑھیں؟

اگر پڑھی تھیں تو ایسے فتوے کیوں لگائے اور شائع کئے کہ جن سے ان کے ائمہ بغضِ صحابہ میں مبتلا اور دشمنانِ صحابہ ثابت ہوتے ہیں؟ هل من مجیب یجیبني ؟

[باقی آئندہ شمارے میں۔ان شاءاللہ]

طلباء وعلماء کے لئے عظیم خوشخبری
جامعۃ اہل الحدیث حضرو
ایک نظر میں
زیرِ نگرانی
فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
رئیس الجامعہ
۱۵/شوال تک داخلے جاری ہیں
شعبہ جات
تحفیظ القرآن
تجوید القرآن
درس نظامی
وفاق المدارس السلفیہ
تخصص
لائبریری
دار الافتاء
نوٹ
فارغ التحصیل طلباء کے لئے تخصص میں محدود نشستیں ہوں گی۔
برائے رابطہ
حافظ شیر محمد۔ مدیر الجامعہ 0300-5288783